زوجیت میں لے لیا۔ تو ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جناب فاروق اعظم سے ملاقات کی۔ دوران ملاقات ابوبکر صدیق نے کہا۔ کہ شاید آپ ناراض ہوئے ہیں۔ کہ میں نے حفصہ سے شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ حضرت عمر نے کہا۔ ہاں میں ناراض ہوا تھا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔ میں نے اس لیے انکار کیا تھا۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں علم تھا کہ آپ نے حفصہ کا ذکر کیا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا۔ کہ آپ کا راز فاش کروں۔ اور اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے شادی نہ فرماتے۔ تو میں اُن کو ضرور قبول کر لیتا

نجفی نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں معارج النبوۃ کا حوالہ دیکر ثابت کرنا چاہا۔ کہ بد خلق تھیں۔ تو اس سلسلہ میں ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ "معارج النبوۃ" قابل اعتبار کتاب نہیں۔ بلکہ ایک واعظ کی تصنیف ہے۔ جس میں رطب و یابس جمع ہے اس لیے اس کتاب کا حوالہ ہمارے خلاف حجت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا

لمحہ فکریہ:

بخاری شریف میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ اس انداز سے بیان ہوا۔ کہ اس سے ان کی شان بیان ہوتی ہے۔ لیکن حسد و بغض کے بارے نجفی کو یہ اس لیے نہ بھائی۔ کہ ان کا تعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔ یہ ان کی بیٹی ہیں۔ جب عمر رضی اللہ عنہ ان کو اچھے نہیں لگتے۔ تو ان کی اولاد کب اچھی لگے گی۔ لیکن یہ کمینہ پن کی انتہا ہے۔

ان کا تعلق آخر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ہے اور اس تعلق کی بنا پر "ام المومنین" کا شرف انہیں حاصل ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں ان کا احترام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی بننے سے قبل محض اس لیے

marfat.com

تھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے ایک مرتبہ ان کا تذکرہ کیا تھا لیکن آپ کی بیوی ہو جانے کے بعد بھی نخعی اپنی روحانی ماں کے نقص نکال رہا ہے۔ اور پھر اس پر ناراض ہے۔ متعہ کی اولاد کا یہی حال ہوتا ہے۔ جب اُسے اپنی حقیقی ماں کا ادب واحترام نہیں۔ کیونکہ پتہ نہیں وہ بننے سے پہلے کس کے پاس تھی۔ جنم دے کر کس جگہ کا لائسنس لے لیا۔ کتنے آئے اور کتنے بیج بو کر چلے گئے؟ ایسے تخم نامعلوم سے روحانی ماں کے ادب کی توقع عبث ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

marfat.com

اعتراض نمبر ۴۸

شادی کے موقع پر ہر گھر میں ڈھولکی بجنی چاہیئے

حقیقت فقہ حنفیہ: بخاری شریف

سنی فقہ میں ہے۔ کہ شادی کے موقع پر ہر گھر میں ڈھولک بجنی چاہیئے کیونکہ ربیع بنت معوذ سے جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا تھا۔ تو اس موقعہ پر طبلہ نوازی ہوئی تھی۔

(بخاری شریف کتاب النکاح جلد ۲ ص ۱۹)

نوٹ:

بخاری شریف تمے تمے صرف طبلے اور ڈھولک سے کیا بنے گا کچھ کنجریاں بھی اگر منگوالی جائیں۔ اور تھوڑا سا مجرا بھی کروالیا جائے۔ تو محفل کی رونق دوبالا ہو جائے گی۔ اور پھر اس نیک عمل کا ثواب بخاری کی روح کو ہدیہ کر دیا جائے۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۳)

جواب:

"اس موقعہ پر طبلہ نوازی ہوئی تھی"۔ خبیث ذہن نے کیسا خبیث ترجمہ کیا۔ اور پھر اس خباثت کے چھینٹے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈالنے کی کافرانہ کوشش کی اور بڑی بے باکی سے مشورہ دیا کہ کنجریاں بھی منگوالی جائیں۔ اور مجرا بھی کروالیا جائے یہ اور ایسی دوسری باتیں کوئی کافر سے کافر بھی کسی دوسرے دین کے راہنما

marfat.com

کو نہیں کہہ سکتا۔ دراصل شیعیت چونکہ عبداللہ بن سبا یہودی کی پیداوار اور اس کے نطفہ کی شاہکار ہے۔ اسی وجہ سے ان لوگوں میں غیرت، حمیت اور ایمان وغیرہ نام کی کوئی شئی نہیں ہوتی۔ بخاری شریف میں اس موقعہ پر "دف" بجانے کا ذکر ہے۔ ایسا شادی کے موقعہ پر کیوں کیا گیا۔ اور کیوں کیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ حلال و حرام میں فرق ہو سکے۔ نکاح کا زیادہ سے زیادہ لوگوں کو علم ہو سکے۔ تاکہ میاں بیوی پر کل کوئی ناجائز تعلقات کا اعتراض نہ کرے۔ یہ "متعہ" تو نہیں۔ کہ جس میں کوئی گواہی کی ضرورت۔ جب دو چار روپے سے کسی ..... کو منوالیا۔ تیسرے کو علم نہ ہوا۔ اور اپنا الو سیدھا کرنے کے بعد دوسرے کے لیے راستہ ہموار کر دیا تو اسی قسم کے "نکاح" سے کیسی سی شخصیتیں پیدا ہوتی ہیں۔

شادی بیاہ کے موقعہ پر اعلان کے لیے دف بجانا صرف ہماری کتابوں میں ہی موجود نہیں۔ بلکہ شیعوں کی کتابیں بھی یہی لکھتی ہیں۔ ملا باقر مجلسی کی تحریر ملاحظہ ہو۔

عین الحیاۃ:

وچنیں خلاف است در صدائی زنی کہ غنا کند در عروسی ہا فقط برائے زناں وجمع از علماء ایں را حلال دانستہ اند و ابن ادریس و علامہ در تذکرہ ایں را نیز حرام دانستہ اند ولیکن حلیتش حدیث معتبر دارد۔

(عین الحیوٰۃ ص ۵۷ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

اسی طرح شادی کے موقعہ صرف عورتوں کا گانا اس میں بھی اختلاف ہے علماء کی ایک جماعت نے اس کو حلال و جائز کہا ہے۔ اور ابن ادریس و علامہ مجلسی نے تذکرہ میں اس کو بھی حرام قرار دیا ہے لیکن شادی کے موقعہ پر عورتوں کے

marfat.com

گانے کی دلیل حدیث معتبر سے ملتی ہے۔

مین الحیوٰۃ کے اس حوالہ سے "دف" سے آگے تک کی اجازت دی گئی۔ اور کنجر خانہ کو حدیث معتبر سے ثابت کر کے ترجیح دی گئی۔ غالباً یہی وجہ ہے۔ کہ شیعوں کی روزانہ شادی ہوتی ہے "اس بازار" میں یہی تو دھندا ہوتا ہے۔ دُور دُور سے شائقین "حدیث معتبر" پر عمل ہوتا دیکھنے کے لیے آتے ہیں۔ اور "صحاح اربعہ" کو داد دیتے ہیں۔ کوئی بتلائے تو سہی۔ کہ کنجریاں، طبلہ نواز، اور گانے کے ماہر کس "نفیس مذہب" سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کو ناچنے اور پیشہ کروانے کا لائسنس کس شرط پر ملتا ہے اگر اعتبار نہیں۔ تو ان میں سے کسی سے بلا تکلف اس کا مذہب پوچھ لیں۔ وہ یقیناً نجفی کارشتہ دار یا نام نہاد "محب اہل بیت" اور جدی پشتی شیعہ "دشاہ" نکلے گا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

marfat.com

اعتراض نمبر ۴۹

شادی سے پہلے دلہن کا فوٹو دولہا میاں کو دکھایا جائے۔

حقیقت فقہ حنفیہ: بخاری شریف

شادی سے پہلے دُلہن کا فوٹو دُولہا میاں کو دکھایا جائے۔ کیونکہ رسول پاک کے پاس ریشمی رومال میں نکاح سے پہلے فرشتے بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تصویر لائے تھے۔

(بخاری شریف کتاب النظر قبل التزویج جلد ۲ ص ۱۴)

نوٹ:

اسی بخاری شریف کتاب النکاح ص ۵۷ پر لکھا ہے۔ کہ فرشتوں کو تصویر سے اتنی نفرت ہے۔ کہ جس گھر میں تصویر ہو اس گھر میں فرشتے داخل ہی نہیں ہوتے تو پھر بی بی عائشہ کی منگنی کے وقت بے چارے فرشتوں کو کیوں بے مزا کیا گیا۔ کہ وہ بی بی عائشہ کی تصویر اٹھائے پھرتے تھے۔ تصویر کی صورت ہی کیا تھی۔ جبکہ بی بی حفصہ جیسی بد خلق عورت کو حضور نے قبول کر لیا تھا۔ در آنحالیکہ وہ بیوہ بھی تھیں۔ اور شکل کی بھی پوری سوری تھیں۔ تو بی بی عائشہ کے قبول کرنے میں حضور کو کیا رکاوٹ تھی

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۴)

جواب:

نجفی شیعی نے اپنے اعتراض کی بنیاد دو حدیثوں کے تعارض کو بنایا ہے۔

marfat.com

یعنی ایک حدیث کہتی ہے۔ کہ فرشتے حضرت عائشہ کی تصویر لائے۔ اور دوسری کہتی ہے۔ کہ تصویر والے گھر میں فرشتے داخل ہی نہیں ہوتے۔ یعنی جب فرشتوں کو تصویر سے نفرت ہے تو پھر انہیں بے مزہ کیوں کیا گیا۔ دراصل یہ نجفی کی جہالت ہے۔ کہ وہ ان دونوں میں تعارض بنا بیٹھا۔ ورنہ بات یہ ہے۔ کہ ابتدائے اسلام میں اس کی ممانعت نہ تھی۔ کیونکہ پہلے سے اس کا جواز چلا آ رہا تھا۔ تابوت بنی اسرائیل، میں اور اشیاء کے علاوہ انبیائے بنی اسرائیل کی تصاویر بھی تھیں۔ وہ اٹھا کر لانے والے کون تھے؟ فرشتوں نے ہی تو اٹھایا ہوا تھا۔ اس لیے تصویر کشی کی حرمت سے پہلے اس کی ممانعت نہ تھی۔ اور یہ واقعہ حرمت، سے پہلے کا ہے۔ پہلے تصاویر جائز تھیں۔ اس کے ثبوت کے لیے شیعہ تفسیر کا حوالہ پیش کیا جا رہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

تفسیر مجمع البیان:

وَقِيْلَ كَانَ التَّابُوْتُ الَّذِيْ اَنْزَلَهُ اللّٰهُ عَلٰى اٰدَمَ فِيْهِ صُوَرُ الْاَنْبِيَاءِ فَتَوَارَثَتْهُ اَوْلَادُ اٰدَمَ وَكَانَ فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلٰى عَدُوِّهِمْ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد اول جز دوم ص ۳۵۳ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

کہا گیا ہے۔ کہ وہ تابوت جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام

پر اتارا تھا۔ اس میں حضرات انبیائے کرام کی صورتیں تھیں! اس تابوت کی اولاد آدم وارث رہی۔ جب وہ بنی اسرائیل کے پاس آیا۔ تو وہ اس کے وسیلہ سے دشمنوں پر فتح طلب کیا کرتے تھے۔

تابوت میں حضرات انبیائے کرام کی تصاویر تھیں۔ ان کو وسیلہ بنا کر بنی اسرائیل اپنے دشمنوں پر فتح حاصل کیا کرتے تھے۔ اگر وہ حرام تھیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس تابوت میں کیوں رکھیں۔ اور پھر ان سے امداد کیوں کر طلب کرنا بارآور ہوا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ تصویر کشی چلی آ رہی تھی۔ اور ابتدائے اسلام تک چلتی رہی۔ جب اس کی ممانعت ہو گئی۔ تو اس کے بعد سے فرشتوں کا اُس گھر میں آنا جانا نہیں ہوتا جس میں تصویر ہو۔ لہٰذا ان دونوں احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔ اور نہ ہی اعتراض کی کوئی گنجائش نکلتی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

marfat.com

اعتراض نمبر ۵۰

عورت سے وطی فی الدبر کرنا سنت امام مالک ہے

حقیقت فقہ حنفیہ: بخاری شریف:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ عورت سے وطی فی الدبر کرنا سنت امام مالک ہے۔
کیونکہ اس مسئلہ کی بابت ان سے پوچھا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔
کہ میں اس فعل سے ابھی ابھی غسل کر کے آیا ہوں۔

(تفسیر در منثور پ۲ جلد ۱ ص ۲۲۶ جلد ۱ ط۳۶)

نوٹ:

اسی در منثور میں لکھا ہے۔ کہ اگر اس فعل میں وقت محسوس ہو۔ تو تیل کا استعمال جائز ہے۔ سنی فقہ بے بلے کیا عمدہ عبادت ہے۔ سنی ملاؤں کو چاہیئے۔ کہ اس عبادت سے غافل نہ ہوں اور اس نیک عمل کا ثواب روح امام مالک کو ہدیہ کریں۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۴)

جواب:

"عورت کے ساتھ وطی فی الدبر" کے متعلق امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول بلکہ عمل تفسیر در منثور کے حوالہ سے نجفی شیعی نے پیش کیا۔ اس روایت کا پس منظر علامہ السیوطی نے بیان فرمایا ہے۔ امام مالک کے ایک شاگرد سلیمان جوزنی نے بیان کیا۔ کہ میں نے امام موصوف سے عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کے متعلق دریافت

marfat.com

کیا۔ تو امام نے فرمایا۔ میں ابھی ابھی اسی فعل کے بعد غسل کر کے آیا ہوں۔ علامہ السیوطی کہتے ہیں کہ یہ روایت خطیب بغدادی نے سلیمان جوزنی کے حوالے سے نقل کی لیکن خطیب کی تاریخ بغداد کے میں نے ورق چھان مارے۔ اُن میں امام مالک کے نام سے سرے سے ایسا کوئی واقعہ درج نہیں۔ ان کے شاگرد سلیمان جوزنی کا بھی نام تک نہیں ملا۔ لہٰذا یہ روایت "مجہول" ٹھہری اور ایسی روایت قابل حجت نہیں ہوا کرتی۔ یہ تھا عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کی روایت کا حال۔ اسی تفسیر (درمنثور) میں روایت ہٰذا سے قبل ذکر کردہ روایات میں "وطی فی الدبر" کی شدید ممانعت موجود ہے۔ اور اس کی حرمت بالتصریح مذکور ہے۔ ملاحظہ ہوں۔

حدیث نمبر ۱: تفسیر درمنثور

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ اِلٰى رَجُلٍ اَتٰى رَجُلًا اَوْ اِمْرَاَةً فِى الدُّبُرِ۔

(تفسیر درمنثور جلد اول ص ۲۶۴)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی آپ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ اس مرد کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرمائے گا۔ جو کسی مرد یا کسی عورت کی دُبر میں وطی کرتا ہے۔

حدیث نمبر ۲: تفسیر درمنثور

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَتٰى شَيْئًا مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

marfat.com

فِي الْأَدْبَارِ فَقَدْ كَفَرَ۔

(تفسیر در منثور جلد اول ص ۲۶۴)

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص نے کسی مرد یا عورت کی دُبر میں خواہش نفس پوری کی۔ اس نے کفر کیا۔

حدیث نمبر ا: تفسیر در منثور

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَلْعُوْنٌ أَتَى اِمْرَأَةً فِي دُبُرِهَا۔

(تفسیر در منثور جلد اول ص ۲۶۴)

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص عورت کی پیٹھ میں آتا ہے۔ (یعنی وہاں وطی کرتا ہے) تو وہ ملعون ہے۔

قارئین کرام! عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات یقیناً امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی نظر سے بھی گزرے ہوں گے۔ کئی سال تک درسِ حدیث دینے والا ناممکن ہے کہ ان ممانعت والی احادیث سے بے خبر رہا ہو۔ اس لیے وہ روایت جو مجہول اور مجروح ہے۔ اس سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پر الزام نہیں آسکتا۔

اس مسئلہ پر ہم نے اپنا موقف واضح کر دیا ہے۔ اب آئیے ذرا شیعوں

maktabah.org

کے نظریات بھی ملاحظہ ہو جائیں۔ جس مجہول واقعہ پر نجفی نے بجواس کا پہاڑ کھڑا کر دیا۔ کیا یہ بات ان کے گھر میں بھی موجود ہے۔ کہ نہیں؟ ایک دو حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

وسائل الشیعہ

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اِذَا اَتَی الرَّجُلُ الْمَرْاَۃَ فِی الدُّبُرِ وَہِیَ صَائِمَۃٌ لَمْ یَنْقُضْ صَوْمَہَا وَلَیْسَ عَلَیْہَا غُسْلٌ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱ص ۴۸۱
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب کوئی مرد عورت کی پیٹھ میں وطی کرتا ہے۔ اور حالت یہ ہو کہ وہ عورت روزہ دار ہو۔ تو اس عورت کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ اور نہ ہی اُسے غسل کی ضرورت ہے۔

وسائل الشیعہ:

سَمِعْتُ صَفْوَانَ یَقُوْلُ قُلْتُ لِلرِّضَا عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّ رَجُلًا مِنْ مَوَالِیْکَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَسْئَلَکَ عَنْ مَسْئَلَۃٍ فَہَابَکَ وَاسْتَحْیَاکَ اَنْ یَسْئَلَکَ عَنْہَا قَالَ مَاہِیَ قَالَ قُلْتُ الرَّجُلُ یَاْتِی الْمَرْاَۃَ فِیْ دُبُرِہَا قَالَ نَعَمْ

ذَالِكَ لَهُ قَالَ وَ اَنْتَ تَفْعَلُ ذَالِكَ قَالَ لَا اِنَّا لَا نَفْعَلُ ذَالِكَ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۱۰۳ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

صفوان کہتا ہے۔ کہ میں نے امام رضا رضی اللہ عنہ سے عرض کیا حضور! آپ کے غلاموں میں سے ایک نے مجھے آپ سے ایک سوال پوچھنے کو کہا ہے۔ وہ خود شرماتا ہے۔ اور آپ سے ڈرتا ہے اس لیے خود نہیں پوچھ سکتا۔ امام نے فرمایا۔ کیا سوال ہے؟ کہا۔ (سوال یہ ہے) ایک مرد اپنی عورت کی پیٹھ میں وطی کرتا ہے۔ (یہ کیسا ہے؟) فرمایا ہاں درست ہے۔ یہ اس کا حق ہے۔ صفوان کہتا ہے۔ میں نے پھر دریافت کیا۔ کیا آپ بھی یہ فعل کرتے ہیں۔ فرمایا۔ ہم ایسا نہیں کرتے۔

وسائل الشیعہ

عَنِ ابْنِ اَبِیْ یَعْفُوْرَ قَالَ سَئَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللهِ عَنِ الرَّجُلِ یَأْتِی الْمَرْأَةَ فِیْ دُبُرِهَا قَالَ لَا بَأْسَ بِهِ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۱۰۳)

ترجمہ:

ابن ابی یعفور کہتا ہے۔ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے

marfat.com

دریافت کیا۔ کہ اس شخص کے بارے میں کیا ارشاد ہے۔ جو عورت کے ساتھ اس کی پیٹھ میں وطی کرتا ہے۔ امام نے فرمایا۔ اس میں کوئی گناہ نہیں۔

"وسائل الشیعہ" کے حوالہ جات سے شیعہ مذہب میں عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کا مسئلہ نکھر کر سامنے آگیا۔ امام مالک کے متعلق تو روایت مجہول تھی لیکن یہاں دو ٹوک باتیں ہیں۔ کوئی تاویل نہیں۔ کوئی عذر نہیں۔ بلکہ اُن کے امام نے ایسا کرنا مرد کا "حق" قرار دیا ہے۔ اور پھر اتنی چھٹی دی۔ کہ اس عورت کا کہ جس کی گانڈ ماری گئی نہ روزہ ٹوٹتا ہے۔ اور نہ اُسے غسل کرنا پڑتا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ (بقول صفوان) عورت کے ساتھ یہ فعل کرنے کی اجازت دیں۔ تو ان کا نام لیوا بڑے دعوے سے پوچھتا ہے۔ اے امام وقت! آپ نے کبھی یہ شغل فرمایا ہے۔ اپنا یہ حق کبھی استعمال کیا؟ غلام تو یہ مسئلہ پوچھنے سے شرمائے۔ اور "محب" ایسی بات بڑی ڈھٹائی سے کرے۔ ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ بہر حال اب یہ اعتراض الٹا نجفی کے مذہب پر ہے۔ اور امام کے ارشاد کے مطابق تمام ملت جعفریہ کو اپنا یہ حق حاصل کرنا چاہیئے۔

اب اعتراض کی دوسری شق کی طرف آئیے۔ وہ یہ کہ اگر "وطی فی الدبر" میں دقت محسوس ہو۔ تو تیل کا استعمال جائز ہے" اس کا جواب اگرچہ گزر چکا ہے۔ یعنی جب ہم وطی فی الدبر کی حرمت کے قائل ہیں۔ تو پھر اس پر عمل کے لیے تجاویز اور مشورہ کس کام کا؟ تیل والی یہ روایت صاحب درمنثور نے تفسیر ابن جریر سے نقل کی ہے۔ جہاں اس کی سند بھی مذکور ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی "عمر بن مزید" ہے۔ اور یہ مجروح ہے۔

حوالہ ملاحظہ فرمائیں

marfat.com

میزان الاعتدال:

ابو عمر الضریر عن شعبۃ طَعَنَ فِیْہِ عَلِیُّ بْنُ الْمَدِیْنِیْ۔

(میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۲۷۲
مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

ابو عمر الضریر، شعبہ سے روایت کرتا ہے۔ اور علی بن مدینی نے اس پر طعن کیا ہے۔
لہٰذا اس کا راوی مجروح و مطعون ہے۔ اس لیے یہ روایت قابل حجت نہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

marfat.com

اعتراض نمبر ۵۱

وطی فی الدبر سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی

حقیقت فقہ حنفیہ: فتاوٰی قاضی خان

وَلَوْ لَاطَ امْرَأَةً لَا يُحَرِّمُ عَلَيْهِ اُمُّهَا وَابْنَتُهَا

(فتاوٰی قاضی خان کتاب النکاح

جلد اول ص ۱۶۶)

ترجمہ:

اگر کوئی شخص کسی عورت سے وطی فی الدبر کرے۔ تو فاعل پر اس عورت کی ماں اور بیٹی حرام نہیں۔

نوٹ:

فقہ حنفیہ بلے بلے۔ فاعل کے تو مزے بن گئے۔ کچھ دن مذکورہ فعل کیجئے۔ ایک عورت کو استعمال کرے اور پھر اس کی ماں یا بیٹی سے بھی نکاح کرے۔ اور پھر ان کو استعمال کرتا رہے اور روح نعمان کے لیے ایک اُلٹا فاتحہ بھی پڑھتا رہے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۴، ۱۲۵)

جواب:

عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کے متعلق سوال و جواب ابھی گزرا ہے۔ ہم نے اس میں احناف اور اہل سنت کا متفق علیہ مسئلہ ذکر کیا ہے۔ کہ یہ فعل ہمارے نزدیک حرام ہے۔ بر خلاف ملت جعفریہ کے کہ وہ اسے جائز حق سمجھتے ہیں۔ اور ان کے

marfat.com

امام نے اس کی اجازت دے رکھی ہے۔ اعتراض زیرِ نظر ایک فرضی مسئلہ پر مبنی ہے جس کی طرف اس کا ابتدائی لفظ "لو" اشارہ کر رہا ہے۔ یعنی اگرچہ ایسا فعل حرام ہے لیکن بالفرض اگر کوئی اس کا ارتکاب کرے۔ تو یہ فرضی صورت ہے۔ اسے جواز اور حق کی دلیل بنانا جہالت ہے۔

دوسری بات اس روایت میں سمجھنے کی یہ ہے۔ کہ عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کے بعد اس کی ماں، بیٹی سے نکاح ہو سکتا ہے۔ اس عورت سے مراد فاعل کی بیوی ہے۔ یا کوئی اجنبی عورت؟ اگر بیوی ہو۔ تو اس سے وطی فی الدبر کرے یا نہ کرے۔ اس کی ماں اور بیٹی سے اس فاعل کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ یہ نہیں کہ وطی فی الدبر کرے تو ہو سکتا ہے اور اگر یہ فعل نہ کرے۔ تو نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہے۔ حرمت علیکم امھاتکم و بناتکم الخ۔ ہاں یہ صورت ذہن میں آسکتی ہے۔ کہ "وطی فی الدبر" والی کو چھوڑے۔ یعنی طلاق دے دے۔ اور پھر اس کی ماں یا بیٹی سے نکاح کرے۔ لیکن یہ بھی فقہ جعفریہ میں شاید جائز ہو۔ فقہ حنفی میں اس کی بھی گنجائش نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ صورت مسئلہ یوں بن سکتی ہے۔ کہ ایک شخص نے کسی اجنبی عورت سے وطی فی الدبر کی۔ (جو حرام تھی) اس سے نکاح نہیں کیا۔ اب اس عورت کی ماں یا بیٹی سے یہی حرام فعل کا مرتکب فاعل اگر باقاعدہ نکاح کرنا چاہے۔ تو یہ نکاح درست ہے یا نہیں۔ اس بارے میں اسے درست قرار دیا گیا ہے۔ مختصر یہ کہ یہ فعل ہم اہل سنت کے نزدیک حرام ہے۔ لیکن حرمت مصاہرہ اس سے ثابت نہیں ہوگی۔

اس کے برخلاف فقہ جعفریہ میں "عورت سے لواطت" درست، جائز بلکہ مرد کا حق" ہے۔ شیعہ عالم "حر عاملی" نے اپنی لمبی چوڑی کتاب "وسائل الشیعہ" جلد ۱۴ میں اس مسئلہ پر ایک مستقل باب باندھا ہے۔ باب کی عبارت ملاحظہ ہو۔

marfat.com

باب عدم تحریم وطی الزوجہ والسریۃ فی الدبر۔

یہ باب ان احادیث و روایات ائمہ کو جمع کرنے کے لیے ہے جن میں اس باب کا ثبوت ہوگا کہ اپنی بیوی کے ساتھ وطی فی الدبر حرام نہیں ہے۔ اس باب میں اس نے بارہ عدد مستند و مرفوع احادیث ائمہ پیش کی ہیں۔ جن کی ایک جھلک آپ پچھلے اعتراض کے جواب میں دیکھ چکے ہیں۔ جس مذہب میں عورت کی شرمگاہ میں انگلی پھیر کر کھیلنا ثواب ہو۔ اس کے اندام نہانی کا چومنا تسکین دل و جان کا باعث ہو۔ اگر یہ راستہ بند ہو تو دبر کو استعمال کرنا "اجازتِ امام" ہو۔ پھر رمضان شریف کا روزہ رکھی ہوئی کے ساتھ وطی فی الدبر میں نہ کفارہ نہ قضا و غسل نہ گناہ۔ مزے تو اس مذہب میں ہیں۔ لہٰذا اس شہوت پرست فقہ و مذہب کے موجدین کو تیس نہیں بلکہ چالیس پاروں والا قرآن پڑھ کر ہدیہ تحفہ بھیجنا ان کے پیروکاروں پر لازم ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَار

marfat.com

اعتراض نمبر ۵۲

مسجد میں عورت سے صحبت جائز ہے۔

حقیقت فقہ حنفیہ: فتاوی قاضی خان

وَقِيْلَ فِي اللَّيْلِ تَصِحُّ الْخَلْوَةُ فِي الْمَسْجِدِ كَمَا فِي الْحَمَّامِ۔

(فتاوی قاضی خان کتاب النکاح جلد اول ص ۱۸۰)

ترجمہ:

رات کے وقت مسجد میں بیوی سے خلوت کرنا اور ہم بستری کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ یہ فعل حمام میں بھی کرنا جائز ہے۔

نوٹ:

سنی فقہ بنے بنے

بدبخت مسلمانوں نے جب خانۂ خدا کو ویران چھوڑ دیا۔ تو سنی مسلمانوں نے سوچا ہو گا۔ کہ مساجد میں جب نماز والی عبادت نہیں ہوتی۔ تو چلو اس سے ہم بستری والی عبادت کا کام لیا جائے۔ بے شک مسجد میں ہم بستری کا ثواب تراویح شریف جتنا ہو گا اور ملوانوں کو چاہیے کہ اس نیک عمل کا ثواب بھی روح عمر کو ہدیہ کیا کریں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۵)

جواب:

اس اعتراض میں نجفی شیعی نے وہی پرانی بددیانتی اور خیانت کو اپنایا ہے۔ بلکہ

marfat.com

بددیانتی یہ کہ فتاوٰی قاضی خان میں اس مقام پر جو مسئلہ زیر بحث ہے۔ اس کی پوری بات ذکر نہیں کی گئی۔ اگر مسئلہ مکمل بیان کر دیا جاتا۔ تو اعتراض بنانا مشکل ہو جاتا۔

دوسری بددیانتی یہ کہ "خلوۃ" کا معنی "ہم بستری کرنا" ہے۔ ہم اس کا فرق ابھی چند سطور آگے بیان کرنے والے ہیں۔

تیسری یہ کہ رات کے وقت مسجد میں "خلوۃ" ہونا حق مہر کو لازم کر دیتا ہے یہ بعض فقہاء کا قول ہے۔ سنی فقہ کا متفقہ نہیں۔

ان بددیانتیوں کی تفصیل یوں آئی ہے۔ فتاوٰی قاضی خان میں مسئلہ زیر بحث یہ ہے۔ کہ نکاح کے بعد عورت مقرر شدہ حق مہر کی حقدار کب ہوتی ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ مرد اس سے ایک دفعہ وطی کر چکا ہو۔ اور دوسری یہ کہ ان دونوں کے درمیان "خلوت صحیحہ" واقع ہو چکی ہو۔ "خلوت صحیحہ" کا مفہوم یہ کہ مرد اور عورت علیحدگی میں ایسے مقام میں جمع ہوئے۔ جہاں نہ کوئی جسمانی رکاوٹ تھی۔ اور نہ شرعی۔ اگر وہ اس مقام پر ہم بستری کرنا چاہیں۔ تو کوئی شے اس سے مانع نہ ہو۔ اس کے باوجود اگر انہوں نے ہم بستری نہیں کی۔ تو پھر بھی عورت مقرر شدہ حق مہر لینے کی حقدار ہو گئی۔ کیونکہ اس کی طرف سے سپردگی میں کوئی کسر نہ تھی۔ اسی مسئلہ کے متعلق صاحب فتاوٰی نے لکھا۔ کہ اگر میاں بیوی دونوں مسجد میں اکٹھے ہو جائیں۔ اور وہاں اس وقت تنہائی ہو۔ تو کیا یہ تنہائی "خلوت صحیحہ" کا حکم پائے گی؟ اس کے متعلق فرمایا۔ کہ مسجد اور حمام میں ایسا ہونا "خلوت صحیحہ" نہیں ہو گا۔ کیونکہ وہاں اگرچہ اس وقت کوئی تیسرا نہیں لیکن کسی کی آمدورفت پر پابندی تو نہیں۔ لہٰذا اس خدشہ کے پیش نظر یہ خلوت "صحیحہ" نہیں ہو گی۔ کیونکہ جماع کرنے کی رکاوٹ موجود ہے۔ یہ تو دن کے وقت کا مسئلہ تھا۔ اب یہی صورت رات کے وقت اگر بن جائے۔ تو اس کے متعلق بھی صاحب فتاوٰی لکھتے ہیں۔ کہ یہ بھی "خلوت صحیحہ" نہیں ہو گی۔ اس جزیہ

marfat.com

ایک قول "قِیل،، کے ساتھ نقل کیا گیا۔ (جسے نجفی نے اعتراض کے لیے چنا ہے) وہ یہ کہ بعض فقہاء اس رات کی خلوت کو "خلوت صحیحہ،، قرار دیتے ہیں۔ دلیل ان کی یہ ہے کہ رات کے وقت مسجد اور حمام میں لوگوں کی عادتاً آمدورفت نہیں ہوتی۔ اور اندھیرے کی وجہ سے کسی کے دیکھنے کا بھی احتمال نہیں۔ لہٰذا اس صورت میں عورت پورا حق مہر لینے کی مستحق ہوگی۔ اسی طرح ایک اور مسئلہ لکھا۔ کہ اگر دونوں میاں بیوی کسی شاہراہ پر اکٹھے ہوں۔ وہاں اس وقت کوئی بھی موجود نہ ہو۔ تو یہ بھی خلوت صحیحہ نہ ہوگی۔

کیونکہ عام راستہ پر آنے جانے سے کسی پر پابندی نہیں ہوتی۔ لہٰذا رکاوٹ ہے۔ اور اگر اس شاہراہ سے ایک دو میل دائیں بائیں ہو جائیں۔ تو یہ رکاوٹ ختم ہو جائے گی۔ اور "خلوت صحیحہ،، پائے جانے کی وجہ سے حق مہر پورا دینا پڑے گا۔ مسئلہ زیر بحث کی مختلف صورتوں کو ملاحظہ کرنے کے بعد اب نجفی کی دوسری بددیانتی بھی آپ پر آشکارا ہو چکی ہوگی۔ وہ یہ کہ "خلوت،، کا معنی "ہم بستری کرنا،، قطعاً غلط ہے۔ خلوت اور چیز ہے۔ اور ہم بستری اور۔ یا یوں کہہ لیں۔ کہ خلوت کی ہر صورت "ہم بستری کرنا،، نہیں ہوتی۔ نجفی سے ہی پوچھئے۔ کہ جب آپ اپنی بیوی سے تنہائی میں بلا موانع تشریف فرما ہوتے ہیں۔ تو ایسے ہر موقعہ پر آپ ہم بستری کر رہے ہوتے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ عام آدمی کو دھوکہ دینے اور فریب دینے کے لیے اس نے "خلوت،، کا معنی "ہم بستری کرنا،، کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کہ فقہ حنفی میں مسجد اور حمام میں رات کے وقت ہم بستری کرنا جائز ہے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

تیسری بددیانتی یوں کہ بعض فقہاء نے یہ فرمایا تھا۔ کہ اگر رات کے وقت مسجد یا حمام میں دونوں میاں بیوی اکٹھے ہو جائیں۔ تو چونکہ جماع سے رکاوٹ کوئی نہیں۔ اس لیے اُن کا ان مقامات پر اس طرح اکٹھا ہو جانا "خلوت صحیحہ،، کہلائے گا۔ اور خاوند کو بیوی کا مقرر کردہ حق مہر پورا دینا پڑے گا۔ لیکن نجفی نے اس سے

marfat.com

یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ سنی فقہ مسجد میں رات کے وقت ہم بستری کرنے کی اجازت دے رہی ہے۔ خدا کا غضب! بھلا کس فقیہہ نے اس کی اجازت دی ہے! هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ۔

"خلوت صحیحہ" کا مسئلہ جس طرح کتب اہل سنت میں ہے۔ اسی طرح اہل تشیع کی کتب میں بھی ہے۔ اور بلکہ اسے تو ہم بستری کے قائم مقام بھی کہا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو

وسائل الشیعہ:

اِنَّ الرَّاِلَیْ اِنَّمَا یَحْکُمُ بِالظَّاهِرِ اِذَا اَغْلَقَ الْبَابَ وَ اَرْخَی السِّتْرَ وَجَبَ الْمَهْرُ وَ اِنَّمَا هُوَ دَعْلَیْهَا اِذْ اَعْلَمْتَ اَنَّهٗ لَمْ یَمَسَّهَا فَلَیْسَ لَهَا فِیْمَا بَیْنَهَا وَ بَیْنَ اللّٰهِ اِلَّا نِصْفَ الْمَهْرِ..... عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ اِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ ثُمَّ خَلَا بِهَا فَاَغْلَقَ عَلَیْهَا بَابًا اَوْ اَرْخٰی سِتْرًا ثُمَّ طَلَّقَهَا فَقَدْ وَجَبَ الصَّدَاقُ وَ خَلَاؤُهٗ بِهَا دُخُوْلٌ

(وسائل الشیعہ جلد ۱۵ صفحہ ۶۷
کتاب النکاح ابواب المهور۔
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:
حاکم تو ظاہر پر ہی فیصلہ کرتا ہے۔ جب کسی مرد نے دروازہ بند کر لیا۔ پردے ڈال دیئے۔ اور اس کے ساتھ اندر عورت بھی

marfat.com

موجود ہے۔) تو اب حق مہر پورا دینا واجب ہوگا۔ رہی یہ بات کہ عورت کہتی ہے۔ کہ مجھے اس نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ تو یہ وہ جانے اور اس کا اللہ جانے اس پر عنداللہ وہ نصف حق مہر کی مستحق ہوگی۔ (لیکن حاکم یہ فیصلہ نہیں کرے گا کیونکہ ظاہر کے یہ خلاف ہے۔) حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب کسی مرد نے کسی عورت سے شادی کرلی۔ پھر اس سے تنہائی میں بیٹھا۔ دروازہ بند کر دیا۔ پردہ ڈال دیا۔ پھر طلاق دی۔ تو اس مرد پر پورا حق مہر ادا کرنا واجب ہوگیا۔ کیونکہ اس کا اپنی بیوی کے ساتھ اس طرح علیحدگی میں ہونا گویا ہم بستری کرنا ہی ہے۔

"خلوت صحیحہ" کا مفہوم وسائل الشیعہ سے آپ نے ملاحظہ کیا۔ یعنی خلوت صحیحہ میں صرف میاں بیوی کی تنہائی ہوتی ہے جس میں جماع سے نہ کوئی شرعی رکاوٹ ہو۔ اور نہ طبعی مانع موجود ہو۔ یہ تنہائی قائم مقام ہم بستری کے ہوتی ہے۔ اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے بعد حق مہر پورا ادا کرنا پڑتا ہے۔ اسے سنی شیعہ دونوں تسلیم کرتے ہیں۔ اور یہ بات ہر ذی علم جانتا ہے۔ کہ وطی ہو جانے کی صورت میں حق مہر ہر حال مکمل ادا کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے خلوت کا معنی ہم بستری کرنا نہیں۔

روایت مذکورہ پر اعتراض کے بعد نجفی نے طنزاً کہا۔ کہ مساجد میں نماز والی عبادت تو نہیں ہوتی۔ تو چلو یہی ہم بستری والی عبادت شروع کر دی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ ہم اہل سنت کی مساجد کی تعداد اور ان میں نمازیوں کی تعداد اہل تشیع سے کہیں زیادہ ہے۔ مساجد اول تو اہل تشیع کی ہیں ہی کہیں کہیں اور پھر وہ بھی غیر آباد۔ ہاں امام باڑے بہ نسبت مساجد کے ان کے ہاں زیادہ ہیں لیکن غیر آباد ہونے میں دونوں برابر ہیں۔ یہ بات تو ان کی مساجد اور امام باڑوں پر فٹ آتی ہے ہماری مساجد میں تو "خلوت صحیحہ" کے امکانات رات کے وقت بھی کم ہیں۔ ان

marfat.com

کے ان مراکز میں دن کے بارہ بجے بھی کسی کے آنے کا گمان نہیں ہوتا۔ اگر قاضی خان کے ذکر کردہ اس "قبیل" کے خائنین ادھر توجہ کرتے۔ تو شاید ان کے استدلال پر اعتراض نہ ہوتا یعنی یوں کہتے کہ اگر کوئی شخص "شیعہ اپنی .... کو ساتھ لے کر کربلا گامے شاہ میں نیچے تہ خانہ کے اندر چلا جائے۔ اور وقت ہو رات کا۔ تو بے شک کرے کچھ نہ۔ اُسے حق مہر پورا دینا پڑے گا۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا یہی فتویٰ ہے۔ کیونکہ وہاں کوئی مانع نہیں لیکن ایک اور مسئلہ بھی ہے۔ کہ شام غریباں منانے والے جب وہاں پہنچ کر بجلی بند کر دیتے ہیں۔ اور پھر خلوت صحیحہ سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ دراصل یہ ہے خلوت صحیحہ کہ جس کا معنی بعض نے ہم بستری کیا ہے۔ لیکن وہاں تو بستر بھی نہیں ہوتا۔ ہم فرشی ہوتی ہے۔ اور زرخیز زمین میں "مجتہے اور سچے شیعہ شاہوں" کی بیجائی ہوتی ہے۔ یہی فصل پروان چڑھتی ہے۔ تو سینما آباد ہوتے ہیں۔ قحبہ خانے بارونق ہوتے ہیں۔ اور "دم بادا صاحب" کے پجاری بنتے ہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

marfat.com

اعتراض نمبر ۵۳

مرد اور عورت ایک دوسرے کی شرمگاہوں کو ہاتھ پھیرا کریں

حقیقت فقہ حنفیہ: فتاویٰ قاضی خان

لَا بَأْسَ الرَّجُلُ اَنْ يَمَسَّ فَرْجَ اِمْرَأَتِهٖ كَذَالِكَ اِمْرَأَةٌ لَا بَأْسَ اَنْ تَمَسَّ فَرْجَ زَوْجِهَا لِكَيْ يَتَحَرَّكَ قَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ سَأَلْتُ اَبَا حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ عَنْ هٰذَا قَالَ لَا بَأْسَ بِهٖ وَاَرْجُوْ اَنْ يُعْظِمَ اَجْرُهُمَا۔

(۱۔ فتاویٰ قاضی خان کتاب الحظر
جلد چہارم ص ۴۸۳)

(۲۔ ھدایہ شریف جلد چہارم
ص ۴۶۱ حاشیہ کتاب الکراھت)

ترجمہ:

اگر مرد عورت کے مقام شرم کو مس کرے۔ اور عورت مرد کے مقام شرم کو مس کرے تاکہ شارٹ ہو جائیں۔ تو کوئی حرج نہیں اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اپنے استاذ معظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس مسئلہ کی بابت پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔ اور میں امید رکھتا ہوں۔ کہ اس فعل سے

marfat.com

دونوں کو بڑا ثواب ملے گا۔

نوٹ:

بلے بلے فقہ نعمان کا شعر وہ ہے جو نفتو لوہار کہتا ہے۔ حنفی فقہ نے مذکورہ مسئلے کی وضاحت تو حتی المقدور بہت کی ہے۔ لیکن ایک کمی پھر بھی باقی رہ گئی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ لفظ مس کی پوری تشریح نہیں ہوئی۔ کیونکہ مس منہ اور لبوں سے بھی ہو سکتا ہے اور ہاتھوں سے بھی ہو سکتا ہے۔ پس اگر دونوں صورتیں جائز ہیں۔ تو پھر حنفی بھائیوں کے گھروں میں رہتے ہیں۔ کیونکہ یہ چاٹتا رہے اور وہ چوستی رہے۔ اور اس عبادت کا ثواب اٹومیٹکلی روح نعمان کو پہنچتا رہے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۵ا جلد اول)

جواب:

نجفی شیعی کا یہ اعتراض برائے اعتراض ہے۔ ورنہ یہ لکھتے وقت اس کا ضمیر اگر زندہ ہے تو اسے ضرور ملامت کرنا ہوگا۔ کہ کیا لکھ رہے ہو۔ اور خود کرتے کیا ہو۔ ہر شخص جانتا ہے۔ کہ مرد کے حقوق و فرائض اپنے ہوتے ہیں۔ اور بیوی کے اپنے حقوق و فرائض۔ جو شخص حقوق زوجیت ادا نہیں کر سکتا۔ اسے تو شادی ہی نہیں کرنی چاہیے۔ لیکن شادی کے بعد ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنا شرعی طور پر قابل ستائش اور اچھا ہے۔ اس لیے اگر فقہ حنفی میں ان حقوق کو بطریقہ احسن ادا کرنے کی کوئی صورت ذکر ہوئی ہے۔ تو اس پر اعتراض کیوں؟

رہا نجفی کا یہ کہنا کہ مس کی تشریح نہیں ہوئی۔ اور یہ منہ اور لبوں سے بھی ہو سکتا ہے۔ ہو سکتا ہوگا۔ صرف منہ اور لب ہی کیوں پاؤں، گھٹنے اور سر وغیرہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ دیکھنا ہے۔ کہ مس کی کونسی صورت جائز ہے اور کون سی ناجائز، دراصل لبوں سے مس کرنا تمہیں اس لیے یاد آگیا۔ کہ

marfat.com

حاشیہ تاریخ بغداد:

فِی هٰذِهِ الرِّوَایَةِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْحَکِیْمِ قَالَ ابْنُ الْجَوْزِی کَذَّبَهُ الرَّبِیْعُ بْنُ سُلَیْمَانَ فِی حِکَایَاتٍ رَوَاهَا عَنِ الشَّافِعِیِّ وَقَالَ ابْنُ خُزَیْمَةَ لَمْ یَکُنْ یَحْفَظُ الْاَسْنَادَ مِنَ الْمِیْزَانِ لِلذَّهَبِیِّ ثُمَّ هَلْ تُعْقَلُ اَنَّ الشَّافِعِیَّ یَقُوْلُ ذَالِکَ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَهُوَ الَّذِیْ یُرْوٰی عَنْهُ قَوْلُهٗ فِیْهِ اَلنَّاسُ فِی الْفِقْهِ عِیَالٌ عَلٰی اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَقَوْلُ: مَنْ اَرَادَ الْفِقْهَ فَعَلَیْهِ بِاَبِیْ حَنِیْفَةَ۔

(حاشیہ تاریخ بغداد جلد ۱۳
ص ۴۳۷ مطبوعہ السلفیہ مدینہ
منورہ طبع جدید)

ترجمہ:

روایت مذکورہ میں ایک راوی محمد بن عبداللہ بن عبداللہ بن حکم ہے ابن جوزی کا کہنا ہے۔ کہ ربیع بن سلیمان نے اس کو ان حکایات میں جھوٹا کہا۔ جو اس نے امام شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیں۔ (جن میں سے ایک یہ بھی ہے) ابن خزیمہ کا قول ہے۔ کہ اسے سند حدیث یاد نہیں رہتی تھی۔ (علاوہ ازیں) کیا اس قسم کا قول امام اعظم کے متعلق جناب امام شافعی سے ممکن بھی ہے۔ ؟ کیا عقل اسے گوارا کرتی ہے۔ ؟ یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ابو حنیفہ کے بارے

marfat.com

میں فرماتے ہیں۔ "فقہ میں لوگ امام ابوحنیفہ کے بچے ہیں" اور یہی اُن کا ہی قول ہے۔ کہ "جو فقہ میں دسترس چاہتا ہے۔ اُسے امام اعظم ابوحنیفہ کا دامن تھامنا پڑے گا۔

لمحہ فکریہ:

بظاہر ایک عدد اعتراض تھا لیکن اس کے ضمن میں چند عدد الزامات تھے۔ ہم نے ایک ایک کر کے اُن کی مدلل تردید کر دی۔ معترض نجفی شیعی نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقہ فتاوٰی، تعلیم اُن کے شاگردوں اور مقلدوں کے ذریعہ امام موصوف کی ذات۔ کو موردِ طعن واعتراض بنایا تھا۔ لیکن ان میں سے کوئی ایک چیز بھی دلائل صحیحہ اور روایات معتبرہ سے ثابت نہ کر سکا۔ تاریخ بغداد سے ان باتوں کو نقل کرتے وقت، نہ تو ان کے حواشی کو دیکھا گیا۔ نہ ان کے راویوں کی چھان بین کرنے کی کوشش کی۔ اور نہ ہی ان کے منسوب کردہ حضرات کے تعریفی اور تعظیمی اقوال دیکھنے نصیب ہوئے۔ بس فکر یہ تھی کہ "فقہ حنفی" کو کسی طریقہ سے موردِ الزام ٹھہرایا جائے۔ اور اس فکر کے پیش نظر مجھے کو "لاٹھی" کا سہارا ملا مگر وہ بھی چھن گیا۔ لاٹھی والے تو خود اس کی ٹانگیں توڑنے کے درپے ہیں۔ اور یہ بیچارہ اس خوش فہمی میں مبتلا تھا۔ کہ میں اس سے "فقہ حنفی" کو ہانکوں گا۔ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۔ ان کی تمام تر کوششیں دُنیوی زندگی میں اکارت ہو کر رہ گئیں اور سمجھتے ہیں۔ کہ وہ بڑا اچھا کام کر رہے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

marfat.com

اعتراض نمبر ۹

ابوبکر کی گواہی کہ ابوحنیفہ نے دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بدل دیا ہے

حقیقت فقہ حنفیہ:

اہل سنت کی کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۴۴۱۔ محمد بن عامر الطائی بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ دمشق میں دو بوڑھے نکلے ہیں۔ ایک نے دوسرے کے بارے میں کہا۔ کہ تو نے دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بدل دیا ہے۔ میں نے کسی سے پوچھا۔ کہ یہ کون ہے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ یہ ابوبکر ہے۔ اور دوسرا دین کو بدلنے والا ابوحنیفہ ہے۔ نیز اسی صفحہ میں لکھا ہے۔ کہ ابن شیبہ کہتا ہے۔ کہ ابوحنیفہ کو نبی سے زیادہ عالم جانتے ہیں۔ نیز صفحہ ۴۴۴ میں لکھا ہے۔ کہ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔ کہ سفیان ثوری کہتا تھا۔ کہ ابوحنیفہ نہ قابل اعتماد تھا۔ اور نہ دیانت دار تھا۔

نیز ص ۴۴۸ میں لکھا ہے۔ کہ خود امام احمد بن حنبل فرماتے تھے۔ كَانَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ يَكْذِبُ۔ کہ ابوحنیفہ جھوٹ بولتا تھا۔ اور ص ۴۵۱ پر لکھا ہے۔ کہ عمرو بن علی ابوحفص کہتا ہے۔ کہ ابوحنیفہ حافظ حدیث نہ تھا۔ اور ص ۴۲۱ میں لکھا ہے۔ کہ احمد بن شعیب نسائی کہتا ہے۔ کہ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوئی حدیث میں معتبر نہیں ہے۔

marfat.com

نوٹ:

مناظر اعظم تونسوی صاحب شیعوں کو چھوڑنے سے پہلے اپنے مذہب کی کتاب تاریخ بغداد کی تیرھویں جلد میں اپنے امام اعظم کی شان ملاحظہ کر لیتے۔ تو آپ کے لیے بہتر تھا۔

ے

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

جواب:

نجفی شیعی نے مذکورۃ الصدر اعتراض کے ضمن میں چند ایک باتیں کہی ہیں۔ ترتیب وار ملاحظہ ہوں۔

۱۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امام ابوحنیفہ کو "دین بدلنے والا" کہا ہے۔

۲۔ ابن ابی شیبہ نے ابوحنیفہ کو یہودی کہا ہے۔

۳۔ علی ابن جریر نے کہا۔ کہ کوفہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو ابوحنیفہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑا عالم کہتے ہیں۔

۴۔ سفیان ثوری کا کہنا ہے۔ کہ کوفہ میں ابوحنیفہ نہ تو اعتماد کے قابل تھا۔ اور نہ دیانت دار تھا۔

۵۔ احمد بن حنبل کے نزدیک ابوحنیفہ جھوٹ بولتا تھا۔

۶۔ عمرو بن علی ابوحفص کہتا ہے۔ کہ ابوحنیفہ حافظ الحدیث نہ تھا۔

۷۔ احمد بن نسائی امام ابوحنیفہ کی حدیث کو معتبر نہیں کہتے تھے۔

marfat.com

تردید امر اوّل

"ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گریبان پکڑ کر امام اعظم کو کہنا کہ اس نے دین بدل دیا ہے۔"
اس روایت کا راوی محمد بن علی بن عطیہ سخت مجروح ہے۔ لہٰذا ایسے راوی کی روایت سے امام اعظم کی ذات مطعون نہیں ہو سکتی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

میزان الاعتدال:

مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ عَطِيَّةَ اَبُوْ طَالِبٍ الْمَكِّيُّ الزَّاهِدُ الْوَاعِظُ صَاحِبُ الْقُوْتِ حَدَّثَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَحْمَدَ الْمِصِّيْصِيِّ وَالْمُفِيْدِ وَكَانَ مُجْتَهِدًا فِي الْعِبَادَةِ حَدَّثَ عَنْهُ عَبْدُ الْعَزِيْزِ الْاَزَجِيُّ وَغَيْرُهُ قَالَ الْخَطِيْبُ ذَكَرَ فِي الْقُوْتِ اَشْيَاءَ مُنْكَرَةً فِي الصِّفَاتِ وَكَانَ مِنْ اَهْلِ الْجَبَلِ وَنَشَاَ بِمَكَّةَ قَالَ لِيْ اَبُوْ طَاهِرٍ الْعَلَّافُ اِنَّ اَبَا طَالِبٍ وَعَظَ بِبَغْدَادَ وَخَلَطَ فِيْ كَلَامِهٖ وَحُفِظَ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ لَيْسَ عَلَى الْمَخْلُوْقِيْنَ اَحْسَنَ مِنَ الْخَالِقِ فَبَدَّعُوْهُ وَهَجَرُوْهُ فَبَطَلَ الْوَعْظُ۔

(میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۱۰۰، حرف المیم مطبوعہ مصر طبع قدیم)

marfat.com

ترجمہ:

"القوت" کتاب کا مصنف محمد بن علی بن عطیہ زاہد اور واعظ تھا۔ علی بن احمد مصیصی اور مفید سے حدیث کی روایت کرتا ہے۔ اور عبادت میں بہت منہمک رہتا تھا۔ عبدالعزیز ازجی وغیرہ نے اس سے حدیث کی روایت کی خطیب نے کہا ہے۔ کہ اس نے اپنی تصنیف "القوت" میں اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں منکر باتوں کا ذکر کیا ہے۔ پہاڑی آدمی تھا۔ اور مکہ مکرمہ میں پرورش پائی۔ مجھے (صاحب میزان الاعتدال) ابوطاہر علاف (امام ذہبی) نے کہا۔ کہ ایک مرتبہ محمد بن علی ابوطالب نے بغداد شہر میں وعظ کیا۔ اور تقریر میں ادھر اُدھر کی مخلوط باتیں کہیں۔ اور لوگوں سے یہ کہتے ہوئے پایا۔ کہ مخلوق پر خالق سے زیادہ احسان کرنے والا کوئی نہیں۔ (خالق کا ایک معنی جھوٹ گھڑنے والا بھی ہے۔ اور اس جگہ اس کی یہی مراد تھی) یہ سن کر لوگوں نے اسے بدعتی سمجھا۔ اور اٹھ کر چلے گئے۔ اس طرح اس کی مجلس وعظ باطل ہوگئی۔

لمحہ فکریہ:

قارئین کرام! امام ابوحنیفہ پر اعتراض کرنے کے لیے نجفی شیعی کو اس روایت سے کچھ بھی ہاتھ نہ آیا۔ کیونکہ اس کا راوی محمد بن علی عطیہ ایسا شخص ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی صفات میں عجیب و غریب باتیں ملایا کرتا تھا۔ وعظ و نصیحت میں بھی ادھر اُدھر کی جمع کر لیا کرتا تھا۔ اور اس کے متعلق یہ باتیں خود تاریخ بغداد کے مصنف نے کہیں۔ لہٰذا ایسے راوی کی روایت سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر اعتراض ہرگز نہیں ہو سکتا۔

علاوہ ازیں تعجب اس بات پر ہے۔ کہ نجفی شیعی "حجۃ الاسلام" ہونے کے باوجود

marfat.com

پر نہیں جاتا۔ اگر کسی عام آدمی کا خواب دوسرے کے لیے حجت نہیں ہوا کرتا۔ چاہے خواب دیکھنے والا کتنا ہی متقی اور مخلص مومن ہو۔ لیکن یہ خواب تو اس شخص کا ہے جو صفات باری تعالیٰ اور وعظ و نصیحت میں بھی ہیرا پھیری کیا کرتا تھا۔ ایسے شخص کا خواب سے کر نجفی کونسا تیر چلا رہا ہے۔ یہ خواب تو خواب دیکھنے والے کی تسلی نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ امام اعظم کی ذات پر اعتراض کی دلیل بن جائے۔ نجفی شیعی کے پیش نظر اپنوں کو خوش کرنا ہے۔ سودہ کرتا ہے چاہے ڈھول اپنے ہی سر پر پڑے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

تردید امر دوم

وہ ابن ابی شیبہ کی طرف منسوب کیا گیا کہ یہ امام اعظم کو یہودی سمجھتے تھے۔ پہلے الزام کی طرح اس میں بھی کوئی قوت اور طاقت نہیں۔ کیونکہ اس روایت کی سند میں ایک راوی محمد بن علی القاضی الواسطی ہے۔ جو ضعیف بلکہ واضع الحدیث ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

میزان الاعتدال:

محمد بن علی القاضی ابو العلاء الواسطی المقری

ضَعِیفٌ ...... وَقَالَ الْخَطِیْبُ رَاَیْتُ لَہٗ اُصُوْلًا

مُضْطَرِبَۃً وَاَشْیَاءَ سِمَاعَہٗ فِیْہَا مَفْسُوْدٌ ......

قَالَ الْخَطِیْبُ فَاسْتَنْکَرْتُہٗ وَقُلْتُ لَہٗ اَرَاہُ بَاطِلًا ...

maktabah.org

وَقَالَ الْخَطِيْبُ اَمَّا حَدِيْثُ اَخْذِ الْيَدِ فَاِنَّهُمْ يَرْفَعُوْنَهٗ فَاَنْكَرْتُ عَلَيْهِ فَامْتَنَعَ بَعْدُ مِنْ رِوَايَتِهٖ وَرَجَعَ عَنْهُ وَذَكَرَ الْخَطِيْبُ اَشْيَاءَ تُوْجِبُ وَهْنَهٗ۔

(میزان المیزان الاعتدال
جلد سوم ص۱۰۶ حرف المیم۔

ترجمہ:

محمد بن علی القاضی ضعیف ہے۔ خطیب نے کہا۔ کہ میں نے اُس کے اصول مضطرب پائے۔ اور کچھ ایسی روایات کہ اُن کا سماع فاسد ہے۔ (یعنی یہ اُن کو سُن کر بیان کرنے کا دعوٰی کرتا ہے۔ حالانکہ اُن کی سماعت کا کوئی ثبوت نہیں) خطیب ہی کا قول ہے۔ کہ میں نے اس کی روایت (ہاتھ پکڑ کر روایت بیان کرنا) کو منکر قرار دیا۔ اور میں نے کہا کہ میں اس کو باطل سمجھتا ہوں۔ خطیب کا یہ بھی کہنا ہے۔ کہ ہاتھ پکڑ کر بیان کرنے والی حدیث اس کی من گھڑت حدیث ہے۔ میں اسے منکر سمجھتا ہوں پس وہ اس حدیث کو بعد میں روایت کرنے سے باز آگیا۔ اور اُس سے رجوع کر لیا۔ اس کے علاوہ خطیب نے اور بھی بہت سی ایسی باتیں اس کے متعلق ذکر کی ہیں۔ جو اس کی حالت کو اور بھی کمزور کر دیتی ہیں۔

حاشیہ تاریخ بغداد:

وَكَانَ اَهْلُ الْعِلْمِ مِمَّنْ اَدْرَكْنَا يَتَّهِمُوْنَ فِيْهِ وَرَاَيْتُ فِيْ كِتَابِ اَبِي الْعَلَاءِ عَنْ بَعْضِ الشُّيُوْخِ

marfat.com

الْمَعْرُوْفِيْنَ حَدِيْثًا اِسْتَنْكَرْتُهُ وَكَانَ مَتْنُهُ طَوِيْلًا مَوْضُوْعًا مُرَكَّبًا عَلٰى اَسْنَادٍ وَاضِحٍ صَحِيْحٍ وَذُكِرَ فِيْ تَضْعِيْفِهٖ كَلَامًا۔

(حاشیہ تاریخ بغداد جلد ۱۲ ص ۴۴۱)

ترجمہ:

جتنے بھی اہل علم کو ہم نے پایا۔ وہ ابوالعلاء واسطی کی روایات پر تنقید ہی کرتے تھے۔ میں نے اس کی کتاب میں دیکھا۔ کہ اس نے بعض معروف و مشہور محدثین سے ایسی روایات ذکر کیں۔ جن کو میں منکر سمجھتا ہوں۔ ان احادیث کا متن طویل، موضوع اور واضح صحیح اسناد سے مرکب تھا اس ابوالعلاء کو ضعیف قرار دینے میں بہت کچھ کہا گیا ہے۔

"محمد بن العلاء الواسطی" روایت مذکورہ کا راوی ہے۔ اور حوالہ مذکورہ کی روشنی میں آپ نے اس کے متعلق پڑھا معروف محدثین کے نام پر من گھڑت احادیث روایات بیان کرنا اس کا مشغلہ تھا۔ اس کی روایت کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ اور یہ باتیں اس راوی کے متعلق خود خطیب بغدادی کہہ رہا ہے۔ جس کی کتاب سے نجفی نے امام اعظم کی ذات پر اعتراض کے لیے حوالہ ذکر کیا تھا۔ نجفی نے الزام کی عبارت پڑھی۔ اور امید ہے۔ کہ اس پر تحریر شدہ حاشیہ بھی دیکھا ہوگا۔ اس وضاحت و صراحت کے بعد بھی یہ الزام تراشنے سے باز نہ آیا کیا کرتا۔ بغض و حسد کا ایسا مرض لگا ہوا ہے۔ کہ حقیقت دیکھنے ہی نہیں دیتا۔

marfat.com

تردید امر سوم

علی بن جریر کا کہنا کہ کوئی وف ابو حنیفہ کو اللہ کے رسول　　　سے بھی بڑا عالم مانتے تھے۔ کیا واقعی ایسا تھا؟ آیئے ذرا اس روایت کے راویوں کو دیکھیں تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو جائے۔ اس میں ایک راوی محمد بن مہلب ہے۔ یہ کیسا تھا۔ سنیئے۔

الکامل فی ضعفاء الرجال

مُحمد بن المہلب غندر الحرانی سَمِعْتُ الْحُسَیْن بْنَ اَبِیْ مَعْشَرٍ یَقُوْلُ کَانَ یَضَعُ الْحَدِیْثَ۔

(۱۔ الکامل فی ضعفاء الرجال جلد ۶ ص ۲۳۹، مطبوعہ بیروت طبع جدید)

(۲۔ لسان المیزان جلد پنجم ص ۲۹۱ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

محمد بن مہلب حرانی کے متعلق عبداللہ بن عدی کہتے ہیں۔ کہ میں نے حسین بن ابی معشر کو کہتے سنا۔ کہ یہ شخص حدیث گھڑ لیا کرتا تھا۔

marfat.com

خلاصہ:

روایت مذکورہ کے من گھڑت ہونے کی شہادت مل گئی۔ کیونکہ اس کا راوی محمد بن مہلب یہ کام کیا کرتا تھا۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ اس من گھڑت روایت سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر لگایا گیا۔ الزام سرے سے بے بنیاد ہے۔ اور ایسا ہونا بھی چاہیے تھا کیونکہ امام ابوحنیفہ کی ذات وہ ہے۔ جن کی عادت کریمہ یہ تھی۔ کہ کسی مسئلہ کے درپیش آنے کے وقت وہ اس کا حل قرآن کریم سے تلاش کرتے اگر نہ پاتے تو احادیث مبارکہ سے اُس کا جواب ڈھونڈتے۔ اگر آیتِ قرآنی یا حدیث نبوی مل جاتی۔ تو وہی جواب ہوتا اس کے لیے تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۴۶ ملاحظہ کریں۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ امام ابوحنیفہ اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کیا بلکہ آپ کا ادنیٰ غلام سمجھتے تھے۔ اور اپنے علم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کے مقابلہ میں سمندر کے سامنے قطرہ کی طرح سمجھتے تھے۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے مقابلہ تو بہت دُور کی بات ہے۔ حضرات صحابہ کرام کا علم بھی ان کے لیے اپنے قیاس و اجتہاد سے کہیں بڑھ کر تھا۔ ان حالات میں یہ کہنا کہ ان کے معتقدین علم میں ان کو اتنا بڑھاتے تھے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑا عالم کہتے تھے۔ ایک بہتان صریح اور بے مثل جھوٹ کے سوا کچھ نہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

marfat.com

تردید امر چہارم

"ابو حنیفہ قابل اعتبار اور دیانت دار نہیں" جناب سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کی ذات کی طرف اس قول کی نسبت کی گئی ہے۔ یہ روایت چونکہ مؤمل بن اسماعیل کی سند سے مروی ہے۔ اور وہ منکر الحدیث ہے۔ اس لیے خود روایت ہی قابل اعتبار نہیں ہے۔

میزان الاعتدال:

قَالَ البخاری مُنْکَرُ الْحَدِیْثِ وَقَالَ اَبُوْ زُرْعَةَ فِیْ حَدِیْثِہٖ خَطَاءٌ کَثِیْرٌ .... مَاتَ بِمَکَّةَ فِیْ رَمَضَانَ سَنَ سِتٍّ وَمَائَتَیْنِ قَالَ مؤمل بن اسماعیل حدثنا عکرمة بن عمار عن سعید المقبری عن ابی ہریرة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ ھَدَمَ الْمُتْعَةَ الطَّلَاقَ وَالْعِدَّةَ وَالْمِیْرَاثَ ھٰذَا حَدِیْثٌ مُنْکَرٌ۔

(میزان الاعتدال جلد سوم ص ۲۲۱
حرف المیم۔ مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

امام بخاری نے مؤمل بن اسماعیل کو "منکر الحدیث" کہا۔ ابو زرعہ نے اس کی حدیث کو کثیر غلطیوں والی بتایا۔ یہ ۲۰۶ھ میں بمقام مکہ فوت

marfat.com

ہوا۔ اسی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "متعہ" تین چیزوں کو ختم کر دیتا ہے۔ طلاق، عدت اور میراث۔ یہ حدیث منکر ہے۔

لمحۂ فکریہ:

سیدنا سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کردہ روایت کا حال معلوم ہو گیا۔ اس کا راوی مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث ہونے کے علاوہ حدیث میں بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس فتویٰ اور ابو زرعہ ایسے محدث کا اسے "منکر" قرار دینا اس کے ناقابل اعتبار ہونے کے لیے کافی وشافی ہے۔ رہا جناب سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کا امام ابو حنیفہ کے متعلق خیال تو اس کی ایک جھلک۔ آپ گزشتہ صفحات میں دیکھ چکے ہیں۔ اسی تاریخ بغداد میں ان کا ایک اور قول ملاحظہ کریں۔

تاریخ بغداد:

محمد بن بشیر کہتا ہے۔ کہ میرا امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوری رضی اللہ عنہ دونوں کی طرف آنا جانا رہتا تھا۔ ایک دفعہ میں جناب سفیان ثوری ... کے پاس تھا، تو انہوں نے مجھ سے دریافت کیا۔ کہاں سے آئے ہو۔ میں نے عرض کیا۔ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے حاضر ہوا ہوں۔ یہ سن کر سفیان ثوری نے فرمایا۔ لَقَدْ جِئْتَ مِنْ عِنْدِ اَفْقَہِ اَھْلِ الْاَرْضِ۔ تو روئے زمین میں سے سب سے بڑے فقیہ کے پاس سے آیا ہے۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۴۴)

اسی کتاب میں دوسری جگہ موجود ہے۔ کہ سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی آمد پران کا کھڑے ہو کر استقبال کیا، پھر انہیں اپنی مسند پہ بٹھایا۔ اور خود سامنے زانوتہ کرکے تشریف فرما ہوئے۔ اس کی وجہ بیان کی۔ کہ ابوحنیفہ کا علم، عمر، زہد و تقویٰ اور ان کا تفقہ فی الدین ہر ایک خوبی ایسی ہے۔ جو مجھے ان کے ساتھ ایسا سلوک کرنے پر مجبور کرتی ہے۔

(جلد ۱۳ ص ۳۴۱)

تاریخ بغداد کی ان عبارات نے ثابت کر دیا۔ کہ جناب سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کے نزدیک امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ محترم اور مکرم تھے۔ اس قدر ان کے علمی و فقہی مقام کا احترام کرنے والا یہ کیونکر کہہ سکتا ہے۔ کہ ابوحنیفہ ناقابلِ اعتبار اور بددیانت تھے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ الزام مؤمل بن اسماعیل "منکر الحدیث" کی اپنی اختراع ہے اور سفیان ثوری اس سے بری ہیں۔

تردید امر پنجم

"امام ابوحنیفہ جھوٹ بولتے تھے" تاریخ بغداد کے حوالہ سے یہ بات امام احمد بن حنبل کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ یہ بھی سراسر غلط ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جناب امام شافعی کے شاگرد ہیں۔ اُن کا قول امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں ابھی پچھلے اوراق میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔ لہٰذا عقل تسلیم نہیں کرتی۔ کہ استاد تو کسی شخصیت کا از حد احترام کرتا ہو۔ اور اس کا شاگرد احترام کی بجائے اُسے جھوٹا کہتا پھرے۔ روحانی دادا کے ساتھ ایسا سلوک غیر متوقع ہوتا ہے۔ اسی تاریخ بغداد میں رأس المحدثین یحییٰ بن سعید القطان (کہ جن کی تنقید سے شاید ہی کوئی بچا ہو) امام ابوحنیفہ کے بارے میں کہتے ہیں۔

marfat.com

يَحيىٰ بن معين يَقُولُ سَمِعْتُ يحيى القطان يَقُولُ جَالَسْنَا وَاللّٰهِ اَبَا حَنِيْفَةَ وَسَمِعْنَا مِنْهُ وَ كُنْتُ وَاللّٰهِ إِذَا نَظَرْتُ إِلَيْهِ عَرَفْتُ فِيْ وَجْهِهٖ اَنَّهٗ يَتَّقِي اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ۔

(جلد ۱۳ ص ۳۵۲)

ترجمہ:

کہ ہم ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ہم نے اُن کی کچھ باتیں سنیں۔ خدا کی قسم! میں جب بھی اُن کی طرف دیکھتا۔ تو اللہ تعالیٰ کے خوف اور تقویٰ کے نمایاں آثار مجھے ان کے چہرہ پر نظر آتے۔

قارئین کرام! یحییٰ بن سعید القطان ایسا ناقد جس شخصیت کو متقی قرار دے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسے "افقہ الناس" کہیں۔ سفیان ثوری رضی اللہ عنہ جن کا کھڑے ہو کر استقبال کریں۔ کیا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے یہ توقع کی جا سکتی ہے۔ کہ وہ ایسی شخصیت کے بارے میں وہ الفاظ کہیں۔ جو ان کی طرف منسوب کیے گئے۔ خوفِ خدا اور جھوٹ بولنا یہ دونوں باتیں ایک ہی شخصیت میں نمایاں طور پر نظر آئیں۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ معلوم ہوا۔ کہ یہ الزام امام احمد بن حنبل کی طرف صرف منسوب کر دیا گیا۔ اس کی حقیقت کچھ نہیں ہے۔

marfat.com

تردید امر ششم

"امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ حافظ الحدیث نہ تھے" عقل اس الزام کو ہرگز تسلیم نہیں کرتی۔ کیونکہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد اور تفقہ فی الدین کو دنیا تسلیم کرتی ہے۔ حتیٰ کہ ائمہ مشہورہ میں سے ہر ایک نے اور بالخصوص امام شافعی رضی اللہ عنہ نے ان کے متعلق فرمایا کہ ابو حنیفہ "افقہ الناس" تھے۔ سفیان ثوری انہیں فقیہ بے مثل کہیں۔ ذرا سوچئے "فقہ" کس چیز کا نام ہے۔ اس کے سرِ اصول قرآن و حدیث ہیں۔ یعنی ان دونوں کا عالم ہوئے بغیر کوئی شخص فقیہ نہیں ہو سکتا۔ جب فقیہ بننا یا ہونا ان دونوں پر موقوف ہو تو "افقہ الناس" کو ان میں سے احادیث سے نابلد کہنا کس قدر حماقت اور جہالت ہے۔ اس عقلی دلیل کے علاوہ روایتِ مذکورہ ویسے بھی مخدوش و مجروح ہے۔ قابلِ استدلال نہیں۔ کیونکہ اس کی سند میں سہل بن احمد نامی راوی ناقابلِ اعتبار ہے۔

لسان المیزان:

سہل بن احمد دیباجی حَدَّثَ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ الْحُبَابِ رُمِيَ بَالْاَخْوَيْنِ الرِّفْضِ وَالْكِذْبِ رَمَاهُ الزُّهْرِيُّ وَغَيْرُهُ انتہی ..... وَقَالَ ابْنُ اَبِي الْفَوَارِسِ كَانَ رَافِضِيًّا غَالِيًا كَتَبْنَا عَنْهُ كِتَابَ

marfat.com

اس کی بدولت آدمی بچ جاتا ہے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کو باوجود اس قدر نکاح کرنے کے کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ آپ نے ایسا شہوت پرستی کی خاطر کیا۔ حسد و بغض کی عینک اتار کر بھی اگر دیکھتا۔ تو فقہ حنفیہ پر اُسے کوئی اعتراض نظر نہ آتا۔ اور اگر آتا تو پھر اپنے ائمہ کے اقوال و اعمال پر بھی تنقید ہوتی۔ اس لیے گندی زبان کو روکنا ہی بہتر ہوتا ہے۔ ورنہ اپنے بیگانے سبھی اس کا نشانہ بن سکتے ہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِى الْاَبْصَارِ

marfat.com

اعتراض نمبر ۵۷

بیوی اور میاں کی ملاقات کے بغیر بھی اولاد حلالی ہے

حقیقت فقہ حنفیہ: رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ

قَالَ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ لَوْ تَزَوَّجَ وَھُوَ بِالْمَشْرِقِ اِمْرَأَۃً وَھِیَ بِالْمَغْرِبِ وَاَتَتْ بِوَلَدٍ لِسِتَّۃِ اَشْھُرٍ مِنَ الْعَقْدِ کَانَ الْوَلَدُ مُلْحَقًا بِہٖ وَاِنْ کَانَ بَیْنَھُمَا مُسَافَۃٌ لَا یُمْکِنُ اَنْ یَلْتَقِیَا اَصْلًا۔

(۱۔ رحمت الامۃ فی اختلاف الائمہ جلد دوم ص ۶۹ کتاب النکاح)

(۲۔ الدر المختار جلد دوم ص ۴۰ کتاب النکاح فصل فی ثبوت النسب)

(۳۔ میزان الکبریٰ کتاب اللعان جلد دوم صفحہ نمبر ۱۲۸)

ترجمہ:

امام اعظم کہتا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص مشرق میں رہتا ہے۔ اور کوئی عورت مغرب میں رہتی ہے۔ اور ان کے درمیان اتنی مسافت ہے۔ کہ ان کا آپس میں ملاقات کرنا ناممکن ہے۔ اور پھر

marfat.com

ان دونوں کا نکاح کر دیا جائے۔ اور پھر وہ عورت چھ ماہ کے بعد بچہ جنے تو وہ بچہ اس مرد کا شمار ہوگا۔

نوٹ:

سچ ہے۔ جہاں عقل ہے وہاں سُنی نہیں۔ اور جہاں سنی ہے ہاں عقل نہیں۔ جب کسی مرد نے اپنی بیوی سے ملاقات ہی نہیں کی۔ اور بقول صاحب درالمختار ان دونوں میں اتنی مسافت ہے۔ کہ ایک سال میں طے ہوگی پس جب مرد نے ہم بستری ہی نہیں کی تو پھر اس عورت سے جو بچہ پیدا ہوگا۔ وہ اس مرد کا نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ بچہ حرامی ہے۔ لہٰذا دنیا کے تمام ولد الزنا حرامی لوگوں کو امام اعظم کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ اور اس کی فقہ کو اپنانا چاہیے۔ کیونکہ امام نے ان کے لیے شریعت میں کافی گنجائش رکھی ہے۔

☆

marfat.com

اعتراض نمبر ۵۸

ثبوتِ نسب کا عجیب طریقہ

حقیقت فقہ حنفیہ: میزان الکبریٰ

قَالَ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ اِنَّہٗ لَوْ تَزَوَّجَ اِمْرَاَۃً وَغَابَ عَنْھَا سِنِیْنَ فَاَتَاھَا خَبَرُ وَفَاتِہٖ فَاعْتَدَّتْ ثُمَّ زُوِّجَتْ وَاَتَتْ بِاَوْلَادٍ مِنَ الثَّانِیْ ثُمَّ قَدِمَ الْاَوَّلُ اِنَّ الْاَوْلَادَ یَلْحَقُوْنَ بِالْاَوَّلِ۔

(میزان الکبریٰ کتاب اللعان جلد دوم ص ۶۹)
(رحمت الامہ فی اختلاف الائمہ کتاب اللعان جلد دوم ص ۶۹)
(فتاویٰ قاضی خان کتاب النکاح جلد اول ص ۱۰۰ فی وسائل النسب)

ترجمہ:

امام اعظم کہتا ہے۔ کہ مرد نے کسی عورت سے شادی کی۔ پھر مرد کہیں کئی برس تک چلا گیا۔ پھر اس عورت کو اس مرد کی موت کی خبر پہنچی۔ اور اس عورت نے اس مرد کی مدت وفات گزار کر کسی دوسرے مرد سے شادی کر لی۔ اور پھر اس دوسرے مرد سے

marfat.com

کئی بچے جنتے ہیں۔ پھر اتفاق سے وہ پہلا شوہر بھی آگیا۔ امام اعظم کہتا ہے
وہ تمام بچے اسی پہلے شوہر کے ہیں۔

نوٹ:

فتاوی قاضی خان کی عبارت یہ ہے۔ رَجُلٌ غَابَ عَنْ اِمْرَاتِهٖ وَهِيَ بِكْرٌ اَوْ ثَيِّبٌ فَتَزَوَّجَتْ بِزَوْجٍ اٰخَرَ فَوَلَدَتْ كُلَّ سَنَةٍ وَلَدًا قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ اَلْاَوْلَادُ لِلْاَوَّلِ۔ کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے غائب ہوگیا۔ اور اس بیوی سے اس نے ہم بستری نہیں کی۔ اور اسے کنواری ہی چھوڑ گیا۔ پھر اس عورت نے دوسرے مرد سے شادی کی۔ اور ہر سال ایک عدد بچہ جنا۔ امام اعظم کہتا ہے۔ کہ وہ تمام بچے پہلے شوہر کے ہیں۔ بنے بنے فقہ نعمان۔ یع شعر وہ ہے جو فنتر لوہار کہتا ہے۔ دنیائے عقل مند ہل کر دماغ لڑائیں۔ اور فیصلہ کریں۔ کہ جب ایک مرد نے ایک عورت سے صرف نکاح کیا ہے۔ اور اسے کنوارے پن میں ہی چھوڑ کر چلا گیا۔

پھر اس عورت نے
دوسرا نکاح کر کے ایک درجن بچے جنے ہیں۔ یہ بچے پہلے شوہر کی اولاد کیسے بن گئی
حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۸ تا ۱۳۰)

جواب:

درالمختار، میزان الکبریٰ اور فتاوی قاضی خان سے نجفی نے (مختصر طور پر) تین اعتراض پیش کیے ہیں۔

۱۔ میاں بیوی کے درمیان مشرق و مغرب کی مسافت ہو۔ اور عورت چھ ماہ گزرنے پر بچہ جنے۔ یہ مسافت بظاہر چھ ماہ میں طے نہیں ہو سکتی۔ اس صورت میں وہ بچہ اسی مرد کا ہوگا۔

marfat.com

۲۔ مرد اپنی بیوی کا کافی عرصہ غائب رہا۔ پھر اس کی موت کی خبر بیوی کو پہنچی۔ اس نے تصدیق کے بعد عدت گزار کر نیا نکاح کر لیا۔ اب اس کے ہاں نئے نکاح کے بعد اولاد ہوئی۔ اتفاق سے پہلا خاوند کہیں سے زندہ آن نکلا۔ اس صورت میں اولاد اس پہلے خاوند کی ہوگی۔

۳۔ کسی کنواری یا غیر کنواری سے شادی کرنے پر مرد غائب ہوگیا۔ عورت نے دوسری شادی کر لی۔ اب ہر سال ایک بچہ جنتی ہے۔ پھر پہلا خاوند آگیا۔ اس صورت میں بھی اولاد پہلے خاوند کی ہوگی۔

ان تینوں صورتوں پر نجفی کا اعتراض یہ ہے کہ "جب مرد نے اپنی بیوی سے ملاقات نہیں کی۔ ہم بستری نہیں ہوئی۔ تو ایسی حالت میں پیدا ہونے والا بچہ حرامی ہوگا؟" آیئے ذرا اس موضوع کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ یہ مسائل اس شخصیت کے ہیں جنہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام فقہاء کا باپ قرار دیا۔ كُلٌّ فَقِيْهٍ عِيَالُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ
انسان کی عزت اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔ کوئی ایسا امر لیجئے کہ جس سے عزتِ نفس مجروح ہوتی ہو۔ اس کی بیخ کنی اور حوصلہ شکنی کی گئی۔ دیکھئے کسی شخص کو زانی کہنا دراصل معاشرہ میں اُسے بے عزت کرنا ہے۔ اس لیے اس پر سخت پابندی لگائی گئی۔ وہ یہ کہ کسی کے زانی ثابت کرنے کے لیے چار مردوں کی گواہی (اور وہ بھی زنا کرتے ہوئے بلا حجاب دیکھ کر) رکھی گئی۔ بظاہر اس شرط کے ساتھ کسی پر زنا کا ثبوت بہت مشکل ہے۔ عقل ایک شخص کو بدکار تسلیم کرے۔ لیکن چار عینی گواہیوں کے بغیر شرع کسی کو بدکاری کا مرتکب قرار نہیں دیتی۔ بلکہ چار سے کم گواہ ہونے کی صورت میں ان کے گواہوں کو سزا دی جائے گی۔ یہ عزتِ نفس کی وجہ سے ہے۔ اسی طرح نسب کا معاملہ بھی ہے۔ کیونکہ حلالی حرامی ہونے میں عزت و بے عزتی کا دخل ہے۔ اور پھر پوری زندگی کا معاملہ ہے۔ لہذا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد۔ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ

marfat.com

(یعنی نکاح والے کا ہے) کے مطابق حتی الوسع کسی بچّہ کو حلالی بنانے کی کوشش کی جائے گی۔ ہاں حرامی ہونے کی وجہ سے اس کی عزت پر حرف نہ آئے۔ لہٰذا جہاں تک ممکن ہو۔ یہی کوشش ہوگی۔ اسی ضابطہ کے تحت علامہ کلینی نے فروع کافی میں ایک مسئلہ درج کیا۔ وہ یہ کہ اگر کوئی شخص اپنی ماں یا بیٹی سے عقد کرے۔ اور اس عقد سے بچہ پیدا ہو جائے تو اس کو حرامی نہیں کہہ سکتے۔ وجہ اس کی یہ بیان کی۔ کہ اگر دیکھا جائے۔ کہ ماں سے نکاح ہو ہی نہیں سکتا۔ تو یہ زنا بنے گا۔ اور زنا کی پیداوار "حرامی" ہی کہلائے گی۔ لیکن اگر یہ دیکھا جائے۔ کہ اس نے باقاعدہ نکاح کیا ہے۔ تو نکاح کے بعد پیدا ہونے والا بچّہ جائز اور حلال ہوتا ہے۔ اس امکان کے ہوتے ہوئے اگر پھر بھی کوئی شخص اس بچّہ کو حرامی کہتا پھرے۔ تو اس پر حد لگائی جائے گی۔ (فروع کافی جلد ۵ ص ۲، ۵ طبع تہران)

نجفی کو اپنے مسلک کے ایک علامہ پر کوئی اعتراض نہیں۔ تو پھر مسلک حقہ اہل سنت پر مذکورہ عبارات سے اعتراض کیوں؟ کیونکہ جس طرح کلینی نے امکان نکالا اسی طرح وہاں بھی پہلے خاوند کا نکاح بدستور قائم ہے۔ اس کی طرف اولاد کی نسبت کرنے پر نجفی کے پیٹ میں کیوں مروڑ اٹھے ہیں۔

علاوہ ازیں یہ مسائل جس موضوع کے تحت مذکور ہوئے۔ کمال بدنیتی سے نجفی نے اس طرف کوئی اشارہ نہ کیا۔ مرد اور عورت کے درمیان طویل مسافت ہونے کے باوجود (کہ جو عادتاً چھ ماہ میں طے نہ ہو سکتی ہو) بچّہ اسی مرد کا ہوگا۔ اس کی وجہ خود صاحب رد المحتار سے پوچھی ہوتی۔ اور پھر اسے قارئین کے سامنے پیش کر دیا جاتا۔ اس کے بعد اعتراض کرنا زیب دیتا تھا۔ سنیئے۔ علامہ شامی نے در مختار کی مذکورہ عبارت کے تحت ان الفاظ سے عنوان یا موضوع باندھا ہے۔

"مطلب فی ثبوت کرامات الاولیاء والاستخدامات"۔

marfat.com

یعنی چند مسائل فقیہہ ایسے کہ جن سے حضرات اولیاء کرام کی کرامت اور غیر مرئی طاقتوں سے خدمت لینا ثابت ہوتا ہے۔ یہ عنوان باندھ کر صاحب ردالمحتار نے تحریر فرمایا ہے:۔

رَدُّ الْمُحْتَار

وَعِبَارَةُ الْفَتْحِ وَالْحَقُّ اَنَّ الْمُتَصَوَّرَ شَرْطٌ وَالِذَا لَوْجَاءَتْ اِمْرَأَةُ الصَّبِيِّ بِوَلَدٍ لَا يَثْبُتُ نَسَبُهُ وَالتَّصَوُّرُ ثَابِتٌ فِي الْمَغْرِبِيَّةِ لِثُبُوْتِ كَرَامَاتِ الْاَوْلِيَاءِ وَالْاِسْتِخْدَامَاتِ فَيَكُوْنُ صَاحِبَ خُطْوَةٍ اَوْجِنِّيٍّ......

وَالْمُرَادُ مَا فِي الْفَتْحِ مِنْ اِثْبَاتِ طَيِّ الْمَسَافَةِ كَرَامَةً وَذَالِكَ اَنَّ التَّفْتَازَانِيَّ قَالَ اِنَّمَا الْعَجَبُ مِنْ بَعْضِ فُقَهَاءِ اَهْلِ السُّنَّةِ حَيْثُ حَكَمَ بِالْكُفْرِ عَلٰى مُعْتَقِدِ مَا رُوِيَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ اَدْهَمَ الخ ثُمَّ قَالَ وَالْاِنْصَافُ مَاذَكَرَهُ الْاِمَامُ النَّسَفِيُّ حِيْنَ سُئِلَ عَنْ مَا يُحْكٰى اَنَّ الْكَعْبَةَ كَانَتْ تَزُوْرُ وَاحِدًا مِّنَ الْاَوْلِيَاءِ هَلْ يَجُوْزُ الْقَوْلُ بِهٖ فَقَالَ نَقْضُ الْعَادَةِ عَلٰى سَبِيْلِ الْكَرَامَةِ لِاَهْلِ الْوِلَايَةِ جَائِزٌ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ۔

(ردالمحتار جلد سوم ص۵۵۱ مطبوعہ مصر طبع جدید)

marfat.com

ترجمہ:

"الفتح" کی عبارت یہ ہے۔ کہ ثبوتِ ولد کے لیے امکان شرط ہے۔ لہذا اگر کسی نابالغ بچہ کی شادی کے بعد اس کی بیوی کے ہاں بچہ ہو گیا تو ناممکن ہونے کی وجہ سے یہ بچہ اس خاوند کا نہ ہو گا۔ ہاں مغرب کی رہنے والی عورت (کہ جس کا خاوند مشرق میں رہ رہا ہے۔) اس کے ہاں اگر بچہ پیدا ہو۔ تو اس کا امکان ہے۔ کیونکہ ممکن ہے۔ کہ اس کا مشرق میں بسنے والا خاوند ان حضرات میں سے ہے۔ جو زمین کو اپنے لیے سمیٹنے کی کرامت رکھتے ہوں۔ یا کوئی جن وغیرہ کے خدمت سے کر پل بھر میں اپنی مغرب میں بسنے والی عورت کے پاس پہنچ جائیں......... "الفتح" میں طویل مسافت کو طے کرنا اتباعاً کرامت کے مراد لیا گیا ہے۔ اس کا پس منظر یہ ہے۔ کہ علامہ تفتازانی نے کہا۔ کہ بعض اہل سنت فقیہہ حضرات نے اس شخص کے قول پر کفر کا فتویٰ صادر کیا۔ جو ابراہیم بن ادہم سے منقول روایت پر یقین رکھتا ہے اس کے بعد علامہ نے مزید لکھا ہے۔ کہ حق وہی ہے۔ جو علامہ نسفی نے ایک حکایت پر سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ حکایت یہ کہ خانہ کعبہ اولیاء کرام میں سے کسی ایک کی زیارت کرتا تھا۔ پوچھا گیا۔ کیا ایسا قول کرنا جائز ہے۔ تو فرمایا بطورِ کرامت "خلاف عادت" کا اظہار ہم اہل سنت کے نزدیک صاحب ولایت کے لیے جائز ہے

یہ تھا وہ موضوع اور عنوان کہ جس کے تحت مذکورہ مسئلہ تحریر کیا گیا۔ لیکن عنوان کو چھپا کر اپنا اُلو سیدھا کرنے کی نجفی نے کوشش کی۔ پر وہ بھی کامیاب نہ ہو سکی۔ حضرات اولیاء کرام کی کرامات کے ضمن میں ہم آصف بن برخیاء کے واقعہ

marfat.com

کا اشارہ کیے دیتے ہیں۔ جو قرآن کریم میں مذکور ہے۔ وزیر کا بلقیس جو ملک سبا کی ملکہ تھی اس کے وزنی تخت کو سینکڑوں میل کی مسافت سے آنکھ جھپکنے سے پہلے دربار سلیمان میں حاضر کر دینا۔ یہ سلیمان علیہ السلام کے ایک امتی کی کرامت تھی۔ تو اس سے آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کی کرامات کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ طویل مسافت کا سمٹ جانا یہ آصف بن برخیاء کی کرامت تھی۔ اور اسی کرامت پر علامہ الشامی نے ان مسائل کو درج فرمایا۔ اس کرامت کا ثبوت اہل بیت کے امام بھی تسلیم کرتے ہیں۔

مجمع البیان:

اِنَّ الْاَرْضَ طُوِیَتْ لَہٗ وَھُوَ الْمَرْوِیُّ عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔

(مجمع البیان جلد چہارم ص ۲۲۳ جزء ۷ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(منہج الصادقین جلد ۷ ص ۱۵ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

بے شک آصف بن برخیاء کے لیے زمین لپیٹ دی گئی تھی۔ یہ روایت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ہے۔

نجفی کا مذکورہ مسائل پر اعتراض کرنا اور ان کا مذاق اڑانا اگرچہ عوام کے لیے باعث کشش ہو سکتا تھا۔ لیکن حقیقت کے سامنے آنے پر کوئی بھی اس کی بجائے اس کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ ہوگا۔ دراصل حسد و بغض کی آگ میں جلا جا رہا ہے۔ اور ایسے عبارات نکلنے ضروری ہیں۔ تاکہ معلوم ہو سکے۔ کہ نجفی کے اندر آگ لگی ہوئی ہے۔ بہرحال امام اعظم رضی اللہ عنہ کی فقاہت و ذہانت کی نجفی ایسوں کو ہوا بھی نہ لگی۔ اور گرگٹ کی طرح

marfat.com

نارِ نمرود میں پھونکیں مار کر خلیل اللہ کو ستانے کی کوشش کی گئی۔ البتہ الطالعت کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیا۔ ثبوت نسب میں ہر امکانی صورت ملحوظ ہوتی ہے۔ اسی امکانی صورت کے پیش نظر مغرب میں بسنے والی عورت کے ہاں پیدا ہونے والا بچہ مشرق میں بسنے والے خاوند کا ہی تصور ہوگا۔ اور یہ امکان اس امکان سے بہرحال زیادہ قوی ہے۔ جس کے تحت حقیقی ماں یا بیٹی سے عقد کرنے پر پیدا ہونے والے بچہ کو حرامی کہنے سے روکا گیا۔ اور ضدی کو حد لگانے کا حکم دیا گیا۔ اللہ تعالےٰ عقل و بصیرت عطا فرمائے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

marfat.com

اعتراض نمبر ۵۹

حقیقت فقہ حنفیہ

سنی فقہ میں طلاق کی شان

صحیح مسلم:

ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ نبی کریم ابوبکر اور عمر کی خلافت کے پہلے دو سالوں میں تین طلاقیں جو ایک دفعہ دی جائیں۔ وہ ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔ فَقَالَ عُمَرُ اِنَّ النَّاسَ قَدِ اسْتَعْجَلُوْا فِیْ اَمْرٍ قَدْ کَانَتْ لَهُمْ فِیْهِ اِنَاۃٌ۔ عمر نے کہا کہ جس بات میں لوگوں کو مہلت دی گئی ہے۔ انہوں نے اس میں جلدی کی ہے۔ لہٰذا بہتر ہے۔ کہ ہم ایک دفعہ کی تین طلاقوں کو تین ہی شمار کریں۔

(صحیح مسلم کتاب الطلاق جلد ۱ ص ۴۷۷)

نوٹ: ہدایہ شریف کتاب الطلاق جلد دوم ص ۳۵۵ میں لکھا ہے۔

وَ طَلَاقُ الْبِدْعَةِ اَنْ یُّطَلِّقَهَا ثَلٰثًا بِکَلِمَةٍ وَّاحِدَةٍ اَوْ ثَلَاثًا فِیْ طُهْرٍ وَّاحِدٍ فَاِذَا فَعَلَ ذَالِكَ وَقَعَ الطَّلَاقُ وَکَانَ عَاصِیًا۔

marfat.com

ترجمہ:

طلاق بدعت یہ ہے۔ کہ کوئی شخص ایک کلمے سے تین طلاقیں دے۔
جب اس طرح کوئی کرے گا۔ تو وہ طلاق جو اُس نے دی ہے۔
درست ہے۔ لیکن وہ شخص گنہ گار ہو گا۔

مذکورہ طلاق کو سنی بھائی بدعت بھی کہتے ہیں۔ اور گناہ بھی لیکن عمر صاحب کی غلطی کو چھپانے کی خاطر اس برائی پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ اور ان کی ضد کا نتیجہ ہے کہ جس عورت کو ایک وقت میں تین طلاقیں ہو جائیں۔ تو وہ اس شخص پر حرام ہو جاتی ہے۔ اور جب تک کسی دوسرے مرد سے اس عورت کا نکاح نہ کیا جائے۔ اور وہ دوسرے نکاح کے بعد اسے طلاق نہ دے۔ تو وہ پہلے شخص کے لیے حلال نہیں ہوتی۔ اور اسی ہیرا پھیری کا نام سنی بھائیوں میں ہے حلالہ۔ اور یہ حلالہ زنا سے بھی زیادہ بدترین ہے۔ کیونکہ زنا میں کم از کم طرفین تو راضی ہوتے ہیں۔ لیکن حلالہ میں عورت دل سے دوسرا شوہر کرنے پر راضی نہیں ہوتی۔ اور اگر دوسرا بالفرض پسند آ ہی جائے۔ تو پھر دل سے پہلے پر راضی نہیں ہوتی۔

سنی فقہ میں حلالہ کی شان

ہدایہ مع الدرایہ:

وَاِذَا تَزَوَّجَهَا بِشَرْطِ التَّحْلِيْلِ فَالنِّكَاحُ مَكْرُوْهٌ۔

(ہدایہ مع الدرایہ جلد دوم ص۳۸۲ کتاب الطلاق باب الرجعہ)

marfat.com

ترجمہ:

اگر کوئی شخص کسی عورت سے حلالہ کی خاطر شادی کرے۔ تو نکاح کرنا مکروہ ہے۔

نوٹ:

اس عبارت کے بعد صاحب ہدایہ نے پیغمبر کی یہ حدیث بھی نقل فرمائی ہے کہ لعن اللہ المحلل والمحلل لہ۔ اللہ تعالیٰ نے اس مرد پر بھی لعنت بھیجی ہے۔ کہ جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے کر حلالہ کی خاطر دوسرے کو دے دی... ہدایہ گواہ ہے۔ کہ حلالہ کا کاروبار کرنا لعنتی لوگوں کا کام ہے۔ اور جتنے الزامات وہ متعہ کے بارے میں پیش کرتے ہیں۔ یا جو بھی مرچ مصالحہ رنگ و روغن مسئلہ متعہ کو لگا کر عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ حنفی لوگوں کے مسئلہ حلالہ پر فٹ آ سکتا ہے۔ اگر سنی علماؤں نے ہمیں زیادہ ستایا۔ تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ کہ جس بدنصیب بے چاری حنفی عورت کو تین طلاقیں ہو جاتی ہیں۔ اور پھر اس کو حلالہ نکلوانے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ تو وہی منظر ہوتا ہے۔ جو ایک مشکی ہوئی کتیا کا ہوتا ہے۔ جب کوئی کتیا مشکی ہوئی ہوتی ہے۔ تو کئی امیدوار خواہش مند کتے جمع ہو جاتے ہیں۔ اور پھر ایک اس کے اوپر چڑھ جاتا ہے۔ اور باقی اپنے انتظار میں مگن ہوتے ہیں۔ اور کبھی کبھی آپس میں چپقلش بھی ہو جاتی ہے۔ پس امام اعظم کے مذہب میں حلالہ بھی کچھ اس قسم کا جلوہ دیتا ہے۔ کہ اس عورت کا بے غیرت خاندان اور اس مرد کا بے شرم قبیلہ جمع ہو جاتے ہیں۔ کہ اس مائی کے لیے کون سا سانڈ منتخب کیا جائے۔ جس خوش نصیب کے نام پر قرعہ آتا ہے۔ اس کے گرد ہیں رہتے ہوتے ہیں۔ اور اگر ایک شخص سے پوری طرح حلالہ نہ نکل سکے تو اس کو اس عورت سے اتار کر دوسرے کو چڑھا دیا جاتا ہے۔ پھر لڑتے

marfat.com

تب ہیں۔ جب غوث الاعظم کے واسطے دیتی ہے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ۱۳۲ تا ۱۳۵)

جواب:

اس طویل عبارت (جو کہ دراصل "خرافات نجفیہ" کی مصداق ہے۔) میں چند امور پر اعتراض کیا گیا ہے۔ ان کی اجمالی فہرست پیش کر کے پھر ترتیب وار جوابات تحریر ہوں گے۔ (انشاء اللہ)

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، صدیق اکبر اور فاروق اعظم کی خلافت کے پہلے دو سال تک تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔ بعد میں عمر بن الخطاب نے انہیں تین شمار کر کے شرع کی مخالفت کی۔

۲۔ سنی لوگ تین طلاقوں کو بدعت و گناہ بھی کہتے ہیں۔ اور ان کے وقوع کو جائز بھی کہتے ہیں۔ اور پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اتباع کرتے ہوئے حلالہ کا حکم بھی دیتے ہیں۔

۳۔ "حلالہ" زنا سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ زنا میں فریقین راضی ہوتے ہیں اور حلالہ میں عورت ناراض ہوتی ہے۔

۴۔ حلالہ کی غرض سے نکاح کرنے والا سنیوں کے نزدیک ملعون بھی ہے اور پھر اس طریقہ کو جاری بھی کرتے ہیں۔

۵۔ حلالہ والی عورت مشکی کتیا کی طرح ہوتی ہے۔

۶۔ "حلالہ" نکالنے والا سانڈ کی مثل ہے۔

امر اوّل کا جواب نمبر (۱)

نجفی نے اس اعتراض میں یہ ثابت کیا ہے۔ کہ تین طلاقیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔ لیکن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انہیں

marfat.com

نہیں ہی شمار کر کے سنتِ رسول کی مخالفت کی ہے۔ صحیح مسلم سے منقول روایت کی شرح میں امام نووی نے اس مسئلہ کو جن الفاظ سے بیان کیا۔ اُن کے پیشِ نظر نجفی کا یہ اعتراض واشکال بالکل باقی نہیں رہتا۔ ملاحظہ ہو۔

نووی شرح مسلم:

فَالْاَصَحُّ اَنَّ مَعْنَاهُ اَنَّهُ كَانَ فِي اَوَّلِ الْاَمْرِ اِذْ قَالَ لَهَا اَنْتِ طَالِقٌ اَنْتِ طَالِقٌ اَنْتِ طَالِقٌ وَلَمْ يَنْوِ تَاكِيْدًا وَلَا اِسْتِيْنَافًا يُحْكَمُ بِوُقُوْعِ طَلْقَةٍ لِقِلَّةِ اِرَادَتِهِمُ الْاِسْتِيْنَافَ بِذٰلِكَ فَحُمِلَ عَلَى الْغَالِبِ الَّذِيْ هُوَ اِرَادَةُ التَّاكِيْدِ فَلَمَّا كَانَ فِيْ زَمَنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَثُرَ اِسْتِعْمَالُ النَّاسِ بِهٰذِهِ الصِّحَةِ وَغَالِبُهُ مِنْهُمْ اِرَادَةُ الْاِسْتِيْنَافِ بِهَا حُمِلَتْ عِنْدَ الطَّلَاقِ عَلَى الثَّلَاثِ عَمَلًا بِالْغَالِبِ السَّابِقِ اِلَى الْفَهْمِ مِنْهَا۔

(مسلم شریف جلد اول ص ۴۷۸
مطبوعہ اصح المطابع کراچی)

ترجمہ:

صحیح ترین بات یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ اقدس میں تین مرتبہ طلاق کہنے والا پہلی مرتبہ نیت طلاق سے لفظ بولتا۔ اور دوسرے دونوں لفظ طلاق بنیت تاکید بولے جاتے تھے اس

لیے اس صورت میں ایک ہی طلاق ہونے کا فیصلہ کیا جاتا تھا کیونکہ
اس دور میں ہر ایک لفظ کو مستقل طور پر بولنے کا ارادہ نہ ہونے کے برابر تھا
اس لیے غالب استعمال پر عمل کرتے ہوئے اسے تاکید میں شمار کیا جاتا
تھا۔ پھر جب حضرت عمر فاروق کا دور آیا۔ تو لوگوں نے اس طریقہ کو
(تین مرتبہ طلاق کہنے کو) مستقل کلام کے طور پر کہنا شروع کر دیا۔ اب حالت کی
تبدیلی سے اس کو تین طلاقوں پر محمول کیا گیا۔ کیونکہ ایسا استعمال غالباً تین
عدد طلاق کے لیے ہی ہوتا تھا۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حکم کو تبدیل نہیں فرمایا۔ بلکہ مسئلے کی صورت تبدیل ہونے پر مسئلہ تبدیل کیا۔ اس کی مثال مصارف زکوٰۃ کی دی جا سکتی ہے۔ اُن آٹھ مصارف میں وہ شخص بھی شامل تھا۔ جو غیر مسلم ہو۔ تاکہ اس کی مالی امداد کر کے اُسے اسلام کی طرف مائل کیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق کے دور میں اس پر عمل ہوتا رہا۔ لیکن دور فاروقی میں موجود تمام صحابہ کرام کا اس بات پر اجماع ہو گیا۔ کہ اب ہمیں کسی کو مائل کرنے کے لیے زکوٰۃ دینے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اسلام کافی مضبوط ہو چکا ہے۔ لہٰذا اس مصرف کو ختم کر دیا گیا۔ جب وہ وجہ باقی نہ رہی۔ تو حکم کی ضرورت بھی نہیں رہتی۔ طلاق ثلاثہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد صدیقی میں بطور تاکید غالب استعمال ہوتی تھیں۔ لہٰذا انہیں ایک ہی شمار کیا جاتا رہا۔ پھر جب دورِ فاروقی میں ان کا استعمال مستقل طور پر ہونے لگا۔ تو آپ نے تین کا حکم دے دیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اگر صورت حال پہلی ہی رہتی۔ تو عمر فاروق اس کے حکم کو تبدیل نہ کرتے۔ لہٰذا تین طلاقوں کو حنفی تین پر ہی محمول اسی علت کی بنا پر کرتے ہیں۔

marfat.com

امر اول کا جواب نمبر (۲)

نجفی نے تین طلاقوں کو شمار کرنا بدعتِ فاروقی کہا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ان کے وقوع کا ضمناً انکار کیا ہے۔ کیونکہ اگر زمانۂ رسالت میں تین طلاقیں یک وقت وقوع پذیر ہونے کا ثبوت مل جائے تو پھر عمر بن الخطاب پر مخالفت سنت کا الزام نہیں آ سکتا۔ آیئے ہم آپ کو دورِ رسالت میں تین طلاقیں یک دمت وقوع پذیر ہونے کا ثبوت پیش کریں

بیہقی شریف:

رفاعہ نامی صحابی نے جب اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں۔ اس کے بعد اس عورت نے حضرت عبدالرحمٰن بن زبیر سے شادی کر لی۔ چونکہ یہ حقوقِ زوجیت ادا کرنے سے قاصر تھے۔ اس عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ میں یہاں خوش نہیں ہوں۔ میں تو پہلے خاوند کے پاس جانا چاہتی ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ تو تو دوبارہ رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہے۔ لیکن ایسا اس وقت تک ہرگز نہیں ہو سکتا۔ جب تک تم اور تمہارا موجود خاوند ہم بستری نہ کر لو۔ (بیہقی شریف جلد ۷ ص ۳۳۳)

روایتِ بالا میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے خاوند کے پاس جانے کے لیے مجامعت زوجین شرط رکھی۔ اور یہی حلالہ ہے اور حلالہ کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے۔ جب عورت پہلے خاوند کے نکاح سے بالکل نکل جائے۔ رفاعہ نے تین طلاقیں دیں۔ تو اگر وہ ایک ہی شمار ہوتیں تو ایک کے بعد رجوع زبانی یا عملی طور پر ہو سکتا تھا۔ دوسرے کے پاس جانے اور اس سے ہم بستری کرنے کی پابندی بتاتی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین طلاقوں کو تین ہی شمار فرمایا تھا۔

اس مقام پر اگر کوئی یہ تاویل نکالے۔ کہ رفاعہ نے اپنی بیوی کو یک مرتبہ دو

marfat.com

بیک وقت تین طلاقیں نہ دی تھیں۔ بلکہ ہر طہر میں ایک طلاق دی جاتی رہی۔ تو ایسی طلاقوں کو تین ہی شمار کیا جائے گا۔ اس تاویل کا جواب حدیث میں موجود ہے۔

بیہقی شریف:

محمد بن ایاس بن بکیر روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ پھر اس نے اسی عورت کو اپنے نکاح میں رکھنا چاہا۔ تو مسئلہ پوچھنے کے لیے آیا۔ میں بھی اس کے ساتھ تھا۔ اس نے حضرت ابوہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس بارے میں پوچھا۔ ان دونوں نے فرمایا۔ کہ ہماری رائے یہ ہے۔ کہ اب تو اس سے نکاح نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر وہ کسی اور جگہ شادی کرے۔ پھر وہاں سے فارغ ہونے پر تیرے عقد میں آسکتی ہے۔ یہ سن کر وہ بولا۔ میں نے تو اپنی بیوی کو ہی ایک مرتبہ تین طلاقیں دی تھیں۔ اور ایک ہی وقت میں دی تھیں۔ تو اس پر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بولے۔ بھائی۔ تم نے اپنے ہاتھ سے وہ چیز نکال دی ہے۔ جس پر تجھے اختیار تھا۔ اب واپسی مشکل ہے۔

روایت بالا سے معلوم ہوا۔ کہ اگر بیک وقت اور بیک مرتبہ تین طلاقیں دی جائیں۔ تو یہ تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ یہ تو اکابر سے روایات تھیں۔ آئیے نجفی کو حضرات ائمہ اہل بیت میں سے امام حسن رضی اللہ عنہ کا اس بارے میں نظریہ بتائیں۔

بیہقی شریف:

امام حسن رضی اللہ عنہ کے عقد میں عائشہ خثعمیہ نامی عورت تھی۔ امام نے

marfat.com

سے کہا۔ اِذْهَبِیْ اَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا۔ جا چلی جا تجھے تین طلاقیں ہیں
یہ سُن کر یہ عورت اس قدر روئی۔ کہ امام موصوف کو بھی رونا آ گیا۔ اس
کے بعد آپ نے فرمایا۔ لَوْلَا اَنِّیْ سَمِعْتُ جَدِّیْ اَوْ
حَدَّثَنِیْ اَبِیْ اَنَّهٗ سَمِعَ جَدِّیْ یَقُوْلُ اَیُّمَا
رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ طَلَاقًا ثَلَاثًا عِنْدَ
الْاَقْرَاءِ اَوْ ثَلَاثًا مُبْهَمَةً لَمْ تَحِلَّ لَهٗ حَتّٰی
تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ۔ یعنی اگر میں نے نانا جان سے یہ سُنا
نہ ہوتا۔ یا میرے والد گرامی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نہ سنائی
ہوتی۔ "جو شخص اپنی بیوی کو تین طہر میں تین طلاقیں دے۔ یا ایک ہی
لفظ میں مبہم طریقہ سے تین طلاقیں دیدے۔ تو وہ عورت اس مرد
کے لیے اس وقت تک حلال نہ ہوگی۔ جب تک کسی اور
جگہ شادی کر کے فارغ نہ ہو لے" تو میں تجھے رکھ لیتا لیکن اب
معاملہ ہاتھ سے نکل گیا ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضٰے یا خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے تین طلاقوں کے بارے میں یہی سُنا تھا۔ کہ ایک ہی لفظ میں تین مرتبہ طلاق دینے سے تین ہو جاتی ہیں۔ اسی کی تائید میں ایک اور حدیث ملاحظہ ہو۔

بیہقی شریف:

عن حبیب بن ابی ثابت عن بعض اصحابہٖ قَالَ
جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ فَقَالَ طَلَّقْتُ

marfat.com

اِمْرَأَتِیْ اَلْفًا قَالَ ثَلَاثٌ تُحَرِّمُهَا عَلَیْكَ وَ اقْسِمْ
سَائِرَهَا بَیْنَ نِسَائِكَ

(بیہقی شریف جلد ۷ ص ۳۳۵)

ترجمہ:

حبیب بن ابی ثابت اپنے کسی ساتھی کی بات ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ ایک شخص حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دی ہیں۔ (اس کا کیا حکم ہے؟) آپ نے فرمایا۔ تین نے تو اُسے تجھ پر حرام کر دیا ہے اور باقی طلاقیں اپنی دوسری بیویوں میں تقسیم کر دے۔

ان روایات سے معلوم ہوا۔ کہ تین طلاقیں دورِ نبوی میں بھی تین شمار ہوتی تھیں۔ اور حضرات صحابہ کرام و ائمہ اہل بیت کا اس پر عمل تھا۔ حضرت علی المرتضٰے کے پاس حاضر ہونے والے کے متعلق یہ گمان تو نہیں ہو سکتا۔ کہ اس نے ہر ایک طہر میں ایک ایک کر کے ایک ہزار طلاقیں دی تھیں۔ کیونکہ اس کے لیے تو عمر دراز چاہیے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اس نے بیک مرتبہ ہزار طلاقیں بولا تھا۔ جس پر آپ نے فرمایا۔ ان میں سے تین کا چونکہ عورت محل بنتی ہے۔ وہ تو ہو گئیں اور باقی کا اس سے کوئی تعلق نہیں یہ حوالہ جات ہماری اہل سنت کی کتب سے تھے۔ جس سے زمانہ نبوی میں تین طلاقوں کا تین ہونا ثابت کیا گیا۔ اب کتب شیعہ سے بھی یہ مسئلہ ملاحظہ کر لیا جائے۔

وسائل الشیعہ:

عن ابی جعفر علیہ السلام قَالَ فَاِذَا طَلَّقَہَا
ثَلَاثًا لَمْ تَحِلَّ لَہٗ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ

marfat.com

وَلَمْ يَدْخُلْ بِهَا وَطَلَّقَهَا أَوْمَاتَ عَنْهَا لَمْ تَحِلَّ لِزَوْجِهَا الْأَوَّلِ حَتَّى يَذُوقَ الْآخَرُ عُسَيْلَتَهَا۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۵ اص ۳۶۶)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے۔ تو پھر وہ عورت اس کے لیے اُس وقت تک حلال نہ ہو گی جب تک وہ کسی دوسرے خاوند سے شادی نہ کرے۔ پھر جب دوسرے شخص سے شادی کرے۔ اور اس دوسرے نے اس سے وطی نہ کی۔ یا وطی سے قبل مرگیا۔ تو اس صورت میں وہ عورت پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہو گی۔ اس کے لیے ہم بستری شرط ہے۔

وسائل الشیعہ:

عن الحسن الصيقل قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا لَا تَحِلُّ لَهُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ وَتَزَوَّجَهَا رَجُلٌ مُتْعَةً أَيَحِلُّ لَهُ أَنْ يَنْكِحَهَا قَالَ لَا حَتَّى تَدْخُلَ فِي مِثْلِ مَا خَرَجَتْ مِنْهُ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۵ ص ۳۶۸)

ترجمہ:

حسن صیقل کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا

marfat.com

کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ اب وہ اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی۔ جب تک کسی دوسرے شخص سے شادی نہ کرے۔ لیکن اس عورت نے ایک مرد سے "متعہ" کر لیا تو کیا اس صورت میں پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہو گی۔ جب تک اسی طرح باقاعدہ نکاح نہ کرے۔ جیسا کہ اس کا پہلے خاوند کے ساتھ تھا۔

اگر اس سوال پر تیقنی یہ کہے۔ کہ یہاں تین طلاقوں سے مراد تین طہر میں تین مرتبہ طلاق دینا ہے۔ تو یہ اعتراض اگرچہ لایعنی ہے۔ لیکن بفرض محال ہم ایسا حوالہ واضح طور پر پیش کرتے ہیں۔ جہاں ایک لفظ کے ساتھ تین طلاقیں دی گئیں۔ اور پھر اس پر حلالہ کا حکم بھی لگا یا گیا۔ اس سے بڑھ کر اگر غیر مدخول کو کسی نے بیک وقت تین طلاقیں دے دیں۔ حالانکہ وہ ایک طلاق سے ہی بائنہ ہو جاتی ہے۔ تو اس پر بھی تین واقع ہو جائیں گی۔ ملاحظہ ہو۔

تہذیب الاحکام:

عن جعفر عن ابیہ اَنَّ عَلِیًّا عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ یَقُوْلُ اِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ الْمَرْاَۃَ قَبْلَ اَنْ یَدْخُلَھَا بِھَا ثَلَاثًا فِیْ کَلِمَۃٍ وَّاحِدَۃٍ فَقَدْ بَانَتْ مِنْہُ وَلَا مِیْرَاثَ بَیْنَھُمَا وَلَا رَجْعَۃَ وَلَا تَحِلُّ لَہٗ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ۔ وَاِنْ قَالَ ھِیَ طَالِقٌ ھِیَ طَالِقٌ ھِیَ طَالِقٌ فَقَدْ بَانَتْ مِنْہُ بِالْاُوْلٰی وَھُوَ خَاطِبٌ مِّنَ الْخِطَابِ اِنْ شَاءَتْ نَکَحَتْہُ

marfat.com

نِسَائَهَا جَدِيْدًا وَاِنْ شَاءَتْ لَمْ تَفْعَلْ۔

(تہذیب الاحکام مذکرہ فی احکام الطلاق جلد ۸ ص ۵۴

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر اپنے والد سے بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو وطی سے قبل تین طلاقیں ایک ہی لفظ کے ساتھ دے دیتا ہے۔ تو وہ عورت اس سے بائنہ ہو جاتی ہے اور ان کے درمیان وراثت ختم ہو جاتی ہے۔ اور دوبارہ رجوع کا حق نہیں رکھتا۔ اور وہ اس وقت تک اس مرد پر حلال نہ ہو گی۔ جب تک کسی دوسرے سے نکاح نہ کرالے۔ اور اگر غیر مدخولہ کو مرد یوں کہتا ہے تو طلاق والی ہے۔ تو طلاق والی ہے۔ تو طلاق والی ہے۔ تو پہلی طلاق سے وہ بائنہ ہو جائے گی۔ اب اگر وہ عورت اسی خاوند کے پاس رہنا چاہتی ہے۔ تو نیا نکاح کرنا پڑے گا۔ اور اگر چاہے تو نہ کرے۔

نوٹ:

مسلم شریف کی مذکورہ حدیث کی بعض شارحین نے یہ تاویل و توجیہ بیان کی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق کے زمانہ میں تین طلاقیں وہ ہیں۔ جو غیر مدخولہ کو دی جائیں۔ ہر عورت کے لیے یہ حکم نہیں۔ تہذیب الاحکام کا حوالہ اس تاویل کی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے بائنہ ہو جاتی ہے۔ باقی دو طلاقوں کی اُسے ضرورت ہی نہیں۔ اس لیے وہ لغو جائیں گی۔

اعتراض کا جواب نمبر ۲

چلو مان لیا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہی اپنے دور میں تین طلاقوں کو

marfat.com

تین ہی قرار دے دیا۔ اگر اس کو خلاف سنت اور بدعت سیئہ میں شامل کیا جائے۔ جیسا کہ نجفی کا مطلب ہے۔ تو پھر اس بدعت اور خلاف سنت پر اس وقت میں موجود تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اعتراض کرنے کی بجائے اس کی تائید و توثیق کی ان تصدیق کرنے والوں میں حضرت عبداللہ بن عباس بھی ہیں۔ بلکہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ اب اس صورت میں دو ہی حالتیں سامنے آتی ہیں۔ ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق "کہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی" اس اجماع کو درست تسلیم کر لیا جائے۔ اور یہی احناف کا مسلک ہے۔ یا اسے بدعت میں شمار کیا جائے۔ تو اس صورت میں بدعت کے خلاف جو نہیں اٹھتا۔ اور اس کی مخالفت نہیں کرتا۔ وہ بحوالہ کتب شیعہ ملعون ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اصول کافی:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا ظَھَرَتِ الْبِدَعُ فِیْ اُمَّتِیْ فَلْیُظْھِرِ الْعَالِمُ عِلْمَہٗ فَمَنْ لَّمْ یَفْعَلْ فَعَلَیْہِ لَعْنَتُ اللّٰہِ۔

(اصول کافی جلد ۱ ص ۵۴ کتاب فضل العلم باب البدع مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب میری امت میں بدعات ظاہر ہونے لگیں۔ تو ہر عالم کو اپنے علم کا اظہار ضروری ہے۔ اور جو عالم ایسا نہ کرے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت۔

marfat.com

اس صورت کے پیش نظر صرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہی قصوروار نہ ٹھہریں گے بلکہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ اور ابن عباس ایسے بزرگ صحابہ معاذ اللہ ملعون قرار پائیں گے۔ اور کوئی بعید نہیں۔ کہ نجفی صاحب احناف کے مسئلہ میں جس طرح حضرت عمر کو معاف نہیں کرتے۔ اسی طرح حضرت علی المرتضٰے پر بھی ہاتھ صاف کر جائیں۔ مختصر یہ کہ اگر تین طلاقوں کو حضرت عمر کا تین قرار دینا بدعت نہیں۔ تو احناف کا مسئلہ ثابت۔ اور اگر بدعت ہے۔ تو حضرات صحابہ کرام اور ائمہ اہل بیت کی مخالفت۔

اعلان

اگر نجفی اینڈ کمپنی یہ حیلہ پیش کریں۔ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے تین طلاقوں کو تین ہی قرار دینے کے وقت حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے ہاں میں ہاں نہ ملائی تھی۔ بلکہ اس کی مخالفت کی تھی۔ تو کوئی ایک ایسی روایت جو مسند مرفوع اور صحیح ہو۔ نجفی وغیرہ پیش کردیں۔ تو ہم منہ مانگا انعام پیش کریں گے۔

ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین

امر دوم کا جواب:

تین طلاقوں کو بدعت اور گناہ بھی کہنا اور اس کے وقوع کے جواز کا قول کرنا اور پھر اتباع عمر میں حلالہ کا حکم دینا۔

یہ اعتراض بظاہر عوام کے لیے کچھ وزن رکھتا ہے۔ لیکن صاحبان علم و بصیرت کے نزدیک "ھباء منثورا" ہے۔ یہ ایک باریک مسئلہ ہے۔ کہ ایک بدعت یا گناہ کا کام ہو اور اس کے کرنے پر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ یا نہیں؟ ہم اس کو ایک مثال سے واضح کرتے ہیں کہ چوری کرنا گناہ ہے۔ اور اگر کوئی شخص کسی کے

marfat.com

کپڑے چُرالے پھر انہیں پہن کر نماز پڑھے۔ تو کیا اس کی نماز کو جائز کہا جائے گا۔ ناجائز؟ کسی کی چھری چُرائی۔ اور اس سے کسی حلال جانور کو ذبح کر دیا۔ کیا وہ ذبیحہ حلال ہوا۔ یا حرام؟ آپ بخوبی سمجھ گئے ہوں گے۔ کہ نماز جائز اور ذبیحہ حلال ہے۔ یہ تو ان گناہوں کی بات ہوئی۔ جو کبیرہ ہیں۔ لیکن تین طلاقیں بیک لفظ و بیک وقت دینا گناہ ہے۔ لیکن کبیرہ نہیں۔ بلکہ یہ مکروہ کے زمرے میں آتا ہے۔ اس لیے ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ مکروہ کے اپنے مقام پر قائم رہتے ہوئے اس پر عمل کرنے والا گناہ گار ہو گا۔ لیکن یہ نہیں کہ اس مکروہ کا وقوع ہی سرے سے باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ قاعدہ یہی ہے کہ کسی فعل میں مکروہ کا وجود اس کو باطل نہیں کر دیتا۔ جیسا کہ نماز روزہ وغیرہ جیسے افعال میں اکثر مکروہات موجود ہوں۔ تو ثواب میں کمی تو آ سکتی ہے۔ لیکن سرے سے نماز روزہ کا باطل ہونے کا قول کوئی بے وقوف ہی کرے گا

امر سوم کا جواب:

حلالہ زناء سے بدتر ہے۔ کیونکہ زناء میں فریقین راضی اور حلالہ میں ایک فریق ناراض ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں ہم یہ وضاحت طلب کرنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ "حلالہ" کو زناء سے بدتر کہنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ یا اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ائمہ اہل بیت ہیں؟ اگر ان میں سے کوئی اس کا قائل ہے تو کوئی آیت، حدیث یا قول ائمہ جو بالتصریح ہو پیش کرنا بھی کی زحمت اٹھائیے۔ اور اگر نجفی اینڈ کمپنی ان میں سے ایک دلیل بھی پیش نہ کر سکیں۔ تو پھر ہم اس کے الٹ میں حلالہ کے ثبوت میں آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور اقوال ائمہ پیش کرتے ہیں۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے۔ کہ ان حضرات کے نزدیک حلالہ جائز ہے۔ اور زناء ناجائز۔ اب مقام غور ہے۔ کہ حلالہ کو زناء سے

marfat.com

بدتر کہنے والا گویا درحقیقت ان حضرات پر یہ الزام دھرتا ہے۔ کہ انہوں نے ایک ایسے فعل کی اجازت دی۔ جو زنا سے بدتر ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ اگر بدتر کی اجازت ہو گئی۔ تو اس سے کم درجہ کی اجازت خود بخود ہو جائے گی۔ شاید اسی منطق کے پیش نظر "متعہ" کو شیرِ مادر سمجھ کر مزے اڑانے کے لیے یار لوگوں نے اپنے ہاں لاگو کر لیا ہو۔ چھوڑ یئے ان باتوں کو آیئے۔ قرآن و حدیث و اقوال ائمہ سے "زنا سے بدتر" کے جواز پر دلائل پیش کریں۔

قرآن کریم:

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ۔ (پ البقرہ)

ترجمہ:

(دو طلاقیں دینے کے بعد مرد رجوع کر سکتا ہے) اور اگر دو کے بعد تیسری طلاق دے دے۔ تو پھر وہ عورت اس کے بعد اس وقت حلال ہو گی۔ جب وہ کسی دوسرے سے نکاح کرے۔ (اور وہ طلاق دے دے) اور عدت گزر جائے۔)

حدیث:

عن عبد الله بن سنان عن ابی عبد الله علیه السلام فِي امْرَأَةٍ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا قَالَ لَا تَحِلُّ لَهُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ

(وسائل الشیعہ جلد ۱۵ باب ان من طلق زوجۃ ثلاثا الخ ص ۳۵۱)

marfat.com

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے عبداللہ بن سنان روایت کرتا ہے۔ کہ امام نے اس عورت کے بارے میں فرمایا۔ جس کو اس کے خاوند نے وطی سے پہلے تین طلاقیں دے دیں۔ کہ وہ عورت اس مرد کے لیے حلال نہیں رہتی۔ ہاں اگر کسی اور مرد سے نکاح کرائے۔ (پھر طلاق لے اور عدت گزارے۔)

صاحب وسائل الشیعہ نے اس مقام پر تقریباً۔ سوا احادیث ایسی ذکر کی ہیں۔ جن میں اثباتِ حلالہ کا ذکر ہے۔ اور حلالہ ہوتا ہی یہ ہے۔ کہ پہلے خاوند کے ساتھ نکاح کرنے کے جواز کی صورت۔

نجفی صاحب! ذرا اپنی اداؤں پر غور تو کرو کبھی یہ گپ لگائی گئی۔ کہ متعہ کے تمام احکام حلالہ پر فٹ آتے ہیں۔ اور کبھی یہ بڑ لگائی کہ حلالہ زناء سے بدتر ہے۔ ذرا اس تقابلی میدان میں تبلاؤ تو سہی۔ کہ ایک عورت حلالہ کے ذریعہ پہلے خاوند کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے۔ لیکن کیا وہ اگر زنا کروائے۔ تو پھر بھی پہلے خاوند کے ساتھ نکاح جائز ہوگا؟ بارہ اماموں کا واسطہ اور خاص کر امام الزمان کی فریاد۔ ان کا نام لے کر اس کے جواز کا فتویٰ صادر فرما دو۔ تو دنیائے شیعت پر بہت بڑا احسان ہوگا۔ بیویاں طلاق ثلاثہ کے بعد چھلکے سے پھرائیں۔ پیسے بھی لے آئیں۔ اور پہلے خاوند کی بدستور موطورۃ بھی رہیں اور ایک عرصہ تک رنڈوے گھی شکر بانٹیں۔ اور مذہب شیعیت کے تیل جلائیں۔

"متعہ کے تمام احکام کا حلالہ پر فٹ آنا"۔ ذرا اس بند کھڑکی کو کھولوں۔ تو اندر سے ذاکرین ومجتہدین کی قطار نظر آئے گی۔ اور جوش میں رستے توڑتے ہوں گے۔ حلالہ میں ایک عورت کسی مرد کے ساتھ وقتی نکاح نہیں بلکہ دائمی کی نیت کرتا ہے۔ پھر اگر وہ اپنی مرضی سے چھوڑ دے۔ تو پہلے خاوند کے عقد میں وہ عورت آسکتی ہے

marfat.com

لیکن اگر اس طرح کرنے کی بجائے عورت وہ عمل کرے۔ جو نجفی اینڈ کمپنی کا محبوب ترین مشغلہ ہے۔ اور بقول اُن کے جسے ایک مرتبہ کرنے والا مرتبہ حسین، دو مرتبہ کرنے والا مقام حسن اور تین مرتبہ کرنے والا مرتبہ علی المرتضے کو حاصل کرتا ہے۔ اور اگر توفیق ملے تو چار مرتبہ کرنے والا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام پالیتا ہے۔ (والعیاذ باللہ) جب حلالہ اور متعہ (محبوب ترین مشغلۂ شیعیت) احکام میں برابر ٹھہرے۔ تو کیا ضرورت ہے۔ کہ شیعہ عورت حلالہ نکلواتی پھرے۔ اُسے ہم خرما و ہم ثواب کے تحت "محبوب ترین کام" کرنا چاہیئے لیکن ابھی تک کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی۔ کہ "متعہ" کرانے سے کوئی عورت اپنے پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جاتی ہو۔ بلکہ اس کے برعکس حوالہ جات موجود ہیں۔ تو اب برابری کہاں چلی گئی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ:

عن صفوان بن یحیی عن عبد اللہ بن سکان عن الحسن الصیقل عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قَالَ قُلْتُ رَجُلٌ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ طَلَاقًا لَا تَحِلُّ لَهٗ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ فَتَزَوَّجَهَا رَجُلٌ مُتْعَةً اَتَحِلُّ لِلْاَوَّلِ قَالَ لَا۔

(وسائل الشیعہ کتاب الطلاق باب انه یشترط فی المحلل دوام العقد الخ جلد ۱۵ ص ۳۷۹ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: امام جعفر صادق سے حسن صیقل نے روایت کی۔ کہ میں نے

marfat.com

ان سے ایک ایسی عورت کے بارے میں پوچھا۔ کہ اُسے اس کے خاوند نے ایسی طلاق دے دی تھی۔ کہ وہ اب بغیر حلالہ اس کے لیے حلال نہ ہو سکتی تھی۔ کیا اگر یہی عورت کسی مرد سے "نکاح متعہ" کرے۔ تو اس سے پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی؟ امام نے فرمایا۔ ہرگز نہیں۔

صاحب "وسائل الشیعہ" نے اس مقام پر پانچ احادیث مسند مرفوع ذکر کی ہیں۔ کہ "متعہ" سے عورت پہلے خاوند پر حلال نہیں ہو سکتی۔ نجفی صاحب! اپنے اماموں کو بھی معاف نہ کیا۔ وہ جسے حلال کہیں، تم اُسے حرام کہتے پھرو۔ اب اپنا مقام و مرتبہ خود ہی متعین کر لو۔ تو بہتر ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

امر چہارم کا جواب:

حلالہ نکالنے والے ملعون ہیں۔ اور سُنّی پھر اس کو جاری کرتے ہیں۔

گزشتہ اعتراضات کی طرح یہ اعتراض بھی جہالت اور دھوکہ دہی کا پلندہ ہے لَعَنَ اللّٰہُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَہٗ صرف ہماری کتابوں میں ہی نہیں۔ بلکہ اہل تشیع کی کتب میں موجود ہے۔ لیکن اس کے باوجود "حلالہ" کے جواز پر سنی شیعہ دونوں متفق ہیں۔ اب جس صورتِ حلالہ پر لعنت کا ذکر ہے۔ وہ ایک مخصوص حلالہ ہے ہر حلالہ سبب لعنت نہیں۔ اگر حلالہ بہر صورت امر ملعون ہوتا تو اس کی اجازت ہی نہ ہوتی۔ حالانکہ ہم آیت و حدیث سے اس کا جواز ذکر کر چکے ہیں۔ حلالہ کی اقسام کو جاننے کے لیے ہم اہل تشیع کی فقہ میں مشہور کتاب "المبسوط" سے حوالہ پیش کرتے ہیں۔ تاکہ نجفی کی جہالت معلوم ہو سکے۔

marfat.com

المبسوط:

إِذَا تَزَوَّجَ امْرَأَةً لِيُبِيحَهَا لِلزَّوْجِ الْأَوَّلِ فَفِيهِ ثَلَاثُ مَسَائِلَ إِحْدَاهَا إِذَا تَزَوَّجَهَا عَلَىٰ أَنَّهُ إِذَا أَبَاحَهَا لِلْأَوَّلِ فَلَا نِكَاحَ بَيْنَهُمَا أَوْ حَتَّىٰ يُبِيحَهَا لِلْأَوَّلِ فَالنِّكَاحُ بَاطِلٌ بِالْإِجْمَاعِ لِمَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ لَعَنَ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ۔

الثانية من وجها على انه اذا اباحها للاول طَلَّقَهَا فَالنِّكَاحُ صَحِيحٌ وَالشَّرْطُ فَاسِدٌ الثَّالِثَةُ۔ إِذَا نَكَحَهَا مُعْتَقِدًا أَنَّهُ يُطَلِّقُهَا۔

(المبسوط جلد چہارم

ص ۲۴۷، ۲۴۸)

ترجمہ:

جب کوئی عورت اپنی شادی اس غرض سے کراتی ہے۔ کہ وہ پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے۔ تو اس میں تین مسائل ہیں۔ اس شرط پر نیا نکاح کرے۔ کہ جب خاوند اسے پہلے کے لیے حلال کردے گا۔ تو نکاح فوراً ختم ہو جائے گا۔ یا اس شرط پر نکاح کرے کہ وہ پہلے خاوند کے لیے حلال کر دے۔ اس صورت میں نکاح بالاتفاق باطل ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ محلل اور محلل لہ پر لعنت ہے۔

marfat.com

دوسرا۔ اس شرط پر نکاح کرے۔ کہ جب پہلے کے لیے حلال ہو جائے گی۔ تو پھر نیا خاوند طلاق دے دے گا۔ اس صورت میں نکاح درست ہے۔ اور شرط فاسد ہے۔

تیسرا۔ نکاح کرتے ہوئے صرف اس کی نیت میں ہے۔ کہ یہ خاوند مجھے طلاق دے دے گا۔ (شرط وغیرہ کوئی نہیں لگائی)

حلالہ کی ان تین اقسام میں سے صرف پہلی قسم پر لعنت کا اطلاق ہوتا ہے۔ دوسری دونوں اقسام اس زمرے میں نہیں آتیں۔ اب ان اقسام کے بعد نجفی کے وہ الفاظ پھر سے پڑھیں "یہ ہدایہ گواہ ہے۔ کہ حلالہ کا کاروبار کرنا لعنتی لوگوں کا کاروبار ہے" آخری دو صورتوں میں ائمہ اہل بیت نے اس "لعنتی کاروبار" کو جائز قرار دیا۔ قرآن کریم اور احادیث اس کے جواز پر موجود ہیں۔ تو بقول نجفی قرآن وحدیث نے "لعنتی کاروبار" کی اجازت دی۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر بتلاؤ۔ کہ اگر کسی شیعہ عورت نے امام کے قول پر عمل پیرا ہو کر "حلالہ" نکالا۔ (اور وہ بھی آخری دو صورتوں میں کسی ایک صورت کے مطابق) وہ بیچاری تو "ملعون" ٹھہری۔ اور "مشکی کتیا" بن گئی۔ لیکن اُسے اس راستہ پر ڈالنے والے کے بارے میں کیا کہو گے؟

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

امر پنجم کا جواب:

"حلالہ والی عورت مشکی کتیا کی طرح ہے الخ" انداز تحریر نجفی کے مذہب اور مسلک کا آئینہ دار ہے۔ جس عورت کو تین طلاقوں سے مرد نے فارغ کر دیا۔ کتنی وہ عورتیں ہیں۔ جو حلالہ نکال کر پہلے خاوند کے پاس آنا چاہتی ہیں۔ اور کتنی تعداد ان کی جو حلالہ کے لیے تیار ہوں۔ اگر اس کا سروے کیا جائے۔ تو چند فی صد عورتیں ایسی دکھائی دیں گی۔

marfat.com

جو کہیں نیا نکاح رچانے کے بعد وہاں سے فراغت چاہتی ہوں۔ اور پھر سے اُسی خاوند کے پاس آنے کی تمنا رکھیں۔ جس نے ایک مرتبہ اسے اپنی زوجیت سے نکال دیا تھا۔ اول تو وہ "حلالہ" کے لیے کہیں جائے گی نہیں۔ اور اگر کسی مجبوری کے تحت اُسے نئی شادی کرنا پڑی۔ تو واپسی کا معاملہ تقریباً ختم ہو جاتا ہے۔ ان چند فی صد عورتوں کے لیے "دمشکی کتیا" کا کام پورا ہونے کے بعد کے لیے باری باری آنے والے کتے اور دیگر خرافات کا اظہار شاید اس لیے کیا گیا، کہ "دمشکی کتیا" کے الفاظ اور حلالہ نکالنے والے کے لیے وہ مخلوق جنم لیتی ہے۔ جو کسی ویران امام باڑہ کے کونے میں پلنے والے "آزاد قوم" کہلاتی ہے۔ اور اس کی آزادی" اور "مشک ریزی" کی ایک جھلک "فروع کافی" کی درج ذیل عبارت پیش کر رہی ہے۔

وسائل الشیعہ:

عن زرارہ عن ابی جعفر علیہ السلام قَالَ قُلْتُ لَہُ جَعَلْتُ فِدَاكَ الرَّجُلُ يَتَزَوَّجُ الْمُتْعَةَ وَيَنْقَضِي شَرْطُهَا ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا رَجُلٌ آخَرُ حَتَّى بَانَتْ ثُمَّ يَتَزَوَّجُ الْأَوَّلُ حَتَّى بَانَتْ مِنْهُ ثَلَاثًا وَتَزَوَّجَتْ ثَلَاثَةَ أَزْوَاجٍ يَحِلُّ لِلْأَوَّلِ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا قَالَ نَعَمْ كَمْ شَاءَ لَيْسَ هٰذِهِ مِثْلُ الْحُرَّةِ هٰذِهِ مُسْتَأْجَرَةٌ وَهِيَ بِمَنْزِلَةِ الْإِمَاءِ۔

(فروع کافی جلد ۵ کتاب النکاح صفحہ نمبر ۴۶۰)
(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ صفحہ ۴۸۰ کتاب النکاح)

marfat.com

ترجمہ:

زرارہ نے امام باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ حضور! میں آپ پر قربان! ایک شخص کسی عورت سے متعہ کرتی ہے۔ پھر اس سے جدا ہوتی ہے۔ پھر تین دفعہ قطع تعلق اور تین دفعہ نیا خاوند کرے۔ کیا اب پہلا شخص اس سے پھر متعہ کر سکتا ہے۔؟ امام نے فرمایا۔ ہاں۔ وہ جتنی مرتبہ چاہے متعہ کرائے یہ کوئی آزاد عورت کی مانند تھوڑی ہے۔ ایک کرایہ پر لی گئی لونڈی کی طرح ہے۔

چلتے چلتے ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو جائے۔

مصائب النوائب:

وَاَمَّا تَاسِعًا فَلِاَنَّ مَا نَسَبَهُ اِلٰى اَصْحَابِنَا مِنْ اَنَّهُمْ جَوَّزُوْا اَنْ يَّتَمَتَّعَ الرِّجَالُ الْمُعْتَقِدُوْنَ لَيْلًا وَاحِدَةً مِّنْ اِمْرَاَةٍ سَوَاءً كَانَتْ مِنْ ذَوَاتِ الْاَقْرَاءِ اَمْ لَا فَمِنًا خَانَ فِيْ بَعْضِ قُيُوْدِهٖ وَذَالِكَ اَنَّ الْاَصْحَابَ قَدْ خَصُّوْا ذَالِكَ بِالْاٰيِسَةِ لَا بِغَيْرِهَا مِنْ ذَوَاتِ الْاَقْرَاءِ۔

(مصائب النوائب از نور اللہ شوستری
کتاب النکاح باب المتعۃ)

ترجمہ:

مصنف نواقض الروافض نے من جملہ دیگر اعتراضات کے ایک اعتراض

یہ بھی ہمارے اصحاب کی طرف منسوب کیا ہے۔ کہ ہم (اہل تشیع) اس بات کے قائل ہیں۔ کہ ایک رات میں ایک ہی عورت کے ساتھ باری باری کئی مرد متعہ کریں۔ وہ عورت چاہے حیض آنے والی عورتوں میں سے ہو۔ یا ادھیڑ عمر کی کہ اس کا حیض منقطع ہو چکا ہو۔ یہ اعتراض کچھ تبدیل شدہ ہے۔ کیونکہ ہمارے مسلک میں (متعۂ دوریہ) کا جو جواز ہے۔ وہ ہر عورت کے لیے نہیں۔ بلکہ اس کے لیے کہ جو ادھیڑ عمر کی ہو یعنی حیض اُسے نہ آتا ہو۔

فروع کافی، وسائل الشیعہ اور مصائب النوائب کے حوالہ جات سے شیعہ مسلک کا بہترین وظیفہ اور اعلیٰ عبادت "متعۂ دوریہ" ثابت ہوتا ہے۔ ثابت کیا بلکہ خود اس کے جواز پر اقرار کیا جا رہا ہے۔ "متعہ دوریہ" کیا ہوتا ہے۔ اس کی ایک کیفیت ابھی آپنے مصائب النوائب کے حوالہ میں ملاحظہ فرمائی۔ یعنی ایک ہی شیعہ عورت (اس لیے کہ سنی تو اس فعل کے قائل ہی نہیں) ایک ہی رات میں کئی "شب زندہ داروں" کی خواہشات نفسانیہ پوری کر رہی ہے۔ غالب گمان یہی ہے کہ اس مشق کے لیے (جو اعلیٰ عبادت ہے) کوئی عام مکان نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ "متبرک اور مخصوص" جگہ ہونی چاہیے۔ چلو مان لیا کہ جہاں چاہے اس پر عمل کر لو۔ لیکن ایک عورت سے بیک وقت تو دو آدمی بھی متعہ نہیں کر سکتے۔ یہاں تو درجنوں کا تذکرہ ہے۔ اب یا تو وہی صورت ہوگی۔ جو خمینی کی پسندیدہ ہے۔ کہ ایک عضو مخصوص کے ساتھ چمٹا ہوا ہو۔ دوسرا ران میں مصروف اور تیسرا بغل میں کام نکال رہا ہو۔ اور چوتھا کسی اور جگہ کا متلاشی ہو۔ یا پھر باری کا انتظار کریں۔ اور ٹکٹ لے کر پہلے کے فارغ ہونے کا انتظار کریں۔ وہ بیچاری

بارہ اماموں کا واسطہ دے۔ امام الزمان کو پکارے۔ لیکن جواز متعہ کے شائقین

marfat.com

دوزخی فرشتوں کی طرح کچھ سنتے ہی نہیں بس اپنے دام کے بدلے اپنے کام سے واسطہ کوئی مرے یا جیئے۔ مذہب زندہ ہو رہا ہے۔ اس کشمکش میں اگر کوئی روح اٹکی۔ تو فقیہ کثیر کی بنا پر کم از کم "دعجۃ الاسلام" تو ضرور بنے گی۔

قارئین کرام! بلکہ نجفی اینڈ کمپنی! ذرا ایمان سے بتلانا۔ دکو بحر برعم خویش مؤمنین ہو) کہ یہ عورت "وحشی کیا"، اور اس سے متعہ کرنے والے خان بہادر رو ہی ہیں۔ کہ نہیں۔ جو نہیں حلالہ کی صورت میں نظر آئے تھے۔ یہ سب کچھ اسی انداز کی وجہ سے لکھنا پڑا۔ جو نجفی نے اپنایا تھا۔ ورنہ ہمیں اس کی کیا پڑی تھی۔ کہ کسی کی نجی زندگی اور "مذہبی سکون" میں روڑے اٹکائیں۔

امر ششم کا جواب

"حلالہ نکالنے والے سانڈ کی مثل ہیں"۔ اس کا جواب تو تقریباً گزشتہ سطور میں ہو چکا ہے۔ بہر حال نجفی سے یہ پوچھا جائے۔ کہ جن صحابہ کرام نے حلالہ پر عمل کیا۔ کیا یہاں کی توہین نہیں تو ہین صحابہ تو ان کی نگاہ نہیں۔ ذرا امام باقر رضی اللہ عنہ کے حضور چلیں۔ گزشتہ اوراق میں وسائل الشیعہ جلد ۱۵ ص ۳۶۶ کا حوالہ ہم درج کر چکے ہیں۔ جس میں مذکور تھا۔ کہ آپ کی یہ حدیث ہے۔ "اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے۔ تو وہ اس پر دوبارہ حلال اس وقت تک نہ ہوگی۔ جب تک وہ حلالہ نہ نکلوالے۔ اور اگر دوسرے مرد سے نکاح کرنے کے بعد اس سے ہم بستری نہ کی۔ یا خاوند مر گیا۔ اور ہم بستری کا موقعہ ہی نہیں ملا۔ تو صرف نکاح کرنے سے وہ پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہوگی"۔

امام باقر رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ کسی نے دریافت کیا۔ وہ سائل آپ کے اصحاب میں سے ہی ہوگا۔ اس حوالہ کے پیش نظر ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ نجفی نے تین شدید گستاخیوں کا ارتکاب کیا۔

marfat.com

۱۔ امام باقر کے اصحاب کو سانڈ سے تشبیہ دی۔

۲۔ ائمہ اہل بیت کے حکم کا مذاق اڑا کر ان کی توہین کی۔

۲۔ قرآن و حدیث نے حلالہ کا جواز بتایا۔ ان کا بھی تمسخر اڑایا گیا۔

ان امور کی روشنی میں ہر پڑھا لکھا "نجفی" کی "محبت اہل بیت" اور "دعویٰ ایمان" کا اندازہ کر سکتا ہے۔ اور ایمان و کفر میں سے ایک اس کا پسندیدہ نظریہ معلوم کیا جا سکتا ہے۔

یضل بہ کثیرا و یہدی بہ کثیرا

marfat.com

اعتراض نمبر ٦٠

حقیقت فقہ حنفیہ

زنا کی متعدد صورتوں میں حد کی تنسیخ

فتاوی قاضی خان

لو تزوج بذات رحم محرم نحو البنت والاخت والام والعمة والخالة وجامعها لا حد عليه في قول ابي حنيفة وان قال علمت انها علي حرام عند ابي حنيفة ولو تزوج امراة لها زوج فوطيها لا حد عليه عند ابي حنيفة۔

(فتاوی قاضی خان کتاب الحدود جلد دوم ص ۸۲۱)

ترجمہ:

اگر کوئی شخص ایسی عورت سے نکاح کرے جس سے نکاح کرنا حرام ہے مثلاً بیٹی

marfat.com

بہن، ماں، پھوپھی، خالہ اور پھر ان سے ہم بستری کرے۔ اور یہ بھی کہے کر میں جانتا تھا۔ کہ یہ عورتیں مجھ پر حرام ہیں۔ تو امام اعظم فرماتے ہیں کہ ایسے شخص پر کوئی حد (یعنی سزائے شرعی) نہیں ہے۔ نیز اگر کوئی شخص شوہر دار عورت سے نکاح کرے۔ اور پھر ہم بستری کرے اور یہ بھی دعویٰ کرے کہ میں اس کو حلال سمجھتا تھا۔ تو بھی امام اعظم کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے

نیز۔ لو استاجر امراۃ لیزنی بھا فزنی بھا لاحد فی قول ابی حنیفۃ۔ اگر کوئی شخص کسی عورت کو زنا کے لیے کرائے پر لائے۔ اور پھر اس سے زنا کرے تو امام اعظم فرماتے ہیں۔ کہ اس پر سزائے شرعی نہیں ہے۔ نیز رجل زنی بصغیرۃ لاتحتمل الجماع فافضاھا لاحد علیہ اگر کوئی شخص ایسی کم سن بچی سے زنا کرے۔ جو ہم بستری کے قابل نہ تھی اور اس کو افضاء (یعنی اس کے حیض و پیشاب کے مقام کو) ایک کر دے تو اس پر کوئی حد نہیں ہے۔

ومن اتی امراۃ فی موضع المکروہ او عمل عمل قوم لوط فلا حد علیہ عند ابی حنیفۃ۔

(الھدایہ کتاب الحدود جلد ۲ ص ۴۸۲)

ترجمہ:

اگر کوئی شخص عورت سے وطی فی الدبر کرے۔ یا مردوں سے برا فعل کرے۔ تو امام اعظم فرماتے ہیں۔ کہ اس پر کوئی حد (یعنی سزائے شرعی) نہیں ہے۔

marfat.com

نوٹ:

قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔ فقہ حنفی بلے بلے جس میں کوئی شخص ماں سے نکاح کرے یا زنا کرے اس پر کوئی حد شرعی نہیں ہے۔ تو پھر کسی اور مجرم کو کیا ڈر ہے۔ نیز کرائے کی عورتوں سے زنا کرنا عورتوں کی گانڈ مارنا لڑکوں سے بدفعلی کرنا امام اعظم کے نزدیک۔ ایسے گناہ نہیں ہیں۔ جن کی کوئی سزائے شرعی ہو۔ پس حنفی علماء کو چاہیئے۔ کہ امام صاحب کی اجازت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مذکورہ فعل خیر بجالائیں اور اس کا ثواب روح نعمان کو ہدیہ کریں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۵ تا ۱۲۷)

جواب:

نجفی کے اعتراض کا پہلے خلاصہ عرض کیا جاتا ہے۔

۱۔ محارم (ماں، بہن، بیٹی وغیرہ) سے نکاح کرنے والے اور ان سے وطی کرنے والے کے لیے باوجودیکہ وہ اسے حرام سمجھتا ہو۔ حد نہیں ہے۔

۲۔ شادی شدہ عورت سے نکاح کرنے والے پر بھی حد نہیں۔ اگرچہ وہ اس کے ساتھ وطی کرنے کو جائز ہی سمجھے۔

۳۔ زناء کے لیے اجرت پر لی گئی عورت سے وطی پر حد نہیں۔

۴۔ کم سن بچی کے ساتھ لواطت کرنے والا بھی حد سے بچ جائے گا۔

۵۔ عورت یا مرد کے ساتھ زناء کرنے والا بھی حد لگنے کے دائرے میں نہیں آئے گا۔

یہ تھے وہ پانچ امور کہ جن کو نجفی نے اعتراض کی بنیاد بنایا۔ اور عوام کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی۔ کہ فقہ حنفی اس قدر بے حیا اور بے باک ہے۔ کہ اتنے بڑے بڑے کاموں پر بھی ان کے ہاں حد نہیں ہے۔ لیکن صاحبان علم و دانش بخوبی آگاہ ہیں کہ یہی

marfat.com

باتیں جو فقہ حنفی پر اعتراض کے لیے نجفی نے منتخب کیں۔ خود ان کی فقہ جعفریہ میں بھی موجود ہیں۔

انداز تحریر سے نجفی نے یہ مغالطہ دینا چاہا۔ کہ جب ان کاموں پر حنفی مسلک میں حد نہیں ہے۔ تو پھر ان کے کرنے میں قباحت نہ رہی۔ اسی مقصد کو وہ "نوٹ" کے ضمن میں یوں تحریر کر رہا ہے۔ "دبس حنفی مولوں کو چاہیئے کہ امام صاحب کی اجازت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے الخ"۔ قارئین کرام! فتاوی قاضی خاں ہو یا ہدایہ یا کوئی دوسری فقہ حنفی کی کتاب۔ نجفی اینڈ کمپنی ان میں سے ایک آدھ سطر بھی ایسی نہیں دکھا سکتے۔ کہ ان افعال قبیحہ کی امام اعظم نے اجازت دی ہے۔ اجازت دینا اور بات ہے۔ اور ان بُرے کاموں پر حد لگنا اور بات ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے صرف ان پر حد کے نہ ہونے کا ذکر فرمایا۔ باقی رہا ان کے جواز کا قول تو کہیں بھی اس کا ثبوت نہیں۔ یہ نجفی کا اختراعی اجتہاد ہے یعنی ہر وہ کام جس پر حد نہ ہو۔ وہ نجفی اینڈ کمپنی کے نزدیک جائز ہے۔ یہ قانون ہمارا نہیں

بہر حال یہ مغالطہ دیکر اس نے اپنا اُلو سیدھا کرنے کی کوشش کی۔ اور عام آدمی کو فقہ حنفی سے متنفر کرنا چاہا۔

دوسرا مغالطہ یہ دیا جا رہا ہے۔ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس قدر قبیح افعال ہونے کے باوجود ان پر حد نہیں۔ اور حد کا خود بریکٹ میں مطلب یہ نکالا کہ ان پر سزائے شرعی نہیں۔ اول تو ان تمام مسائل میں "حد نہیں" ہونا فقہ حنفی کا متفق علیہ نہیں۔ دوسرا حد نہ ہونے سے مُراد مطلقاً سزائے شرعی نہیں۔ اول تو ان تمام مسائل میں شادی شدہ کے لیے رجم اور غیر شادی شدہ کے لیے سو کوڑے ہیں۔ امام اعظم کا کہنا یہ ہے۔ کہ ان افعال مذمومہ پر "حدِ زنا" نہیں آئے گی۔ کیونکہ زنا کی تعریف کیا ہے؟ اہل تشیع اور اہل سنت کی کتب معتبرہ سے اس کی تعریف سنیئے۔

marfat.com

زنا کی تعریف

الروضۃ البہیہ شرح اللمعۃ الدمشقیہ

اَلزِّنَا اِیْلَاجُ الْبَالِغِ الْعَاقِلِ فِیْ فَرْجِ امْرَأَةٍ مُحَرَّمَةٍ مِنْ غَیْرِ عَقْدٍ وَلَا مِلْكٍ وَلَا شُبْهَةٍ قَدْرَ الْحَشَفَةِ اَیْ مِقْدَارَ الْحَشَفَةِ فِیْ فَرْجِهَا.

(۱- الروضۃ البہیۃ جلد نہم کتاب الحدود حد الزنا صفحہ نمبر ۵ مطبوعہ قم طبع جدید)

(۲- فتح القدیر جلد چہارم ص ۱۲۸ مطبوعہ مصر کتاب الحدود)

ترجمہ:

کسی عاقل بالغ مرد کا اپنا آلہ تناسل بقدر حشفہ کسی ایسی عورت کی شرمگاہ میں داخل کرنا جس کے ساتھ عقد نہ ہوا ہو۔ اور نہ وہ اس مرد کی ملک یا شبہ ملک میں ہو۔ زنا کہلاتا ہے۔

صاحب اللمعۃ الدمشقیہ نے زنا کی تعریف میں ذکر شدہ قیود کا فائدہ بیان کرتے ہوئے لکھا کہ

عورت سے مراد ایسی عورت ہے جو بالغہ ہو۔

اور ... شرمگاہ میں ... سے مراد لواطت کو خارج کرنا ہے

marfat.com

اگرچہ لواطت قبیح ترین اور فحش ترین عمل ہے۔ اور "عقد" کی قید سے وہ محارم نکل گئیں۔ کہ جن کے ساتھ نکاح کے بعد وطی کی گئی ہو۔ مختصر یہ کہ زنا کے لیے عورت بالغہ ہونا چاہیئے۔ کہ اگر نا بالغہ ہے۔ تو اس کے ساتھ بدفعلی پر زنا کی تعریف صادق نہ آنے کی وجہ سے اس پر حد زنا جاری نہ ہوگی۔ بقول شیعہ مجتہد نجفی کے اعتراض ۳۲ کا جواب خود کتب شیعہ نے دے دیا۔

اسی طرح زنا کے لیے عورت کی "شرمگاہ" میں دخول ہونا ضروری ہے۔ اب جو شخص "شرمگاہ" کی بجائے دبر میں وطی کرتا ہے۔ چاہے وہ عورت کی ہو یا مرد کی وہ بھی زنا میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے حد زنا سے بچ جائے گا۔ یہ جواب نجفی کے اعتراض ۵ کا ہو گیا۔ اور نکاح کیے بغیر محارم سے وطی ہو۔ اب جبکہ کسی نے محارم سے نکاح کیا پھر وطی کی۔ تو وہ بھی اس تعریف سے خارج ہو گا۔ اس قید نے نجفی کے اعتراض ۱، ۲ کا جواب دے دیا۔

نوٹ:

گزشتہ اوراق میں فروع کافی جلد پنجم صفحہ نمبر ۱۰۵ کتاب النکاح کا ایک حوالہ گزر چکا ہے۔ جس میں مذکور تھا۔ کہ اگر کوئی شخص ماں، بہن سے نکاح کر کے ان سے وطی کرتا ہے۔ اور پھر اس وطی سے کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو وہ بچہ ہرگز ہرگز حرام زادہ نہیں کہلائے گا۔ بلکہ اس کو حرامی کہنے والے پر حد لگے گی۔ اور اسی طرح وہ نکاح کرنے والا بھی حد سے بچا رہے گا۔ فروع کافی کی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

فروع کافی: (ترجمہ:)

مثال اس کی یہ ہے۔ کہ وہ عورتیں کہ جن کے ساتھ نکاح کرنا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حرام قرار دے دیا۔ جیسا کہ ماں بیٹی، بہن وغیرہ

marfat.com

ان کے ساتھ نکاح کرنا تو جائز ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کی وجہ سے حرام ہوا۔ لہٰذا ان تمام محرمات سے شادی کرنا باعتبار شادی کرنے کے جائز اور دوسری وجہ سے حرام اور فاسد ہے۔ کیونکہ کسی سے شادی اسی طریقہ سے ہو سکتی ہے۔ جو طریقہ اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا۔ اس لیے یہ شادی بدکاری اور فعل مردود تصور ہونے کی وجہ سے قاضی کے لیے لازم ہے۔ کہ ایسے دو مرد و عورت میں فوراً تفریق کر دے۔ لیکن اس کے باوجود یہ نکاح "زنا" شمار نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی اس سے پیدا ہونے والی اولاد "حرام زادی" ہو گی۔ اور جو شخص کسی ایسے شخص کو زنا کی تہمت لگائے گا۔ جس کے ہاں محارم کے نکاح سے بچے پیدا ہوئے۔ (یعنی محارم سے نکاح کو زنا پر محمول کرے گا) تو اس تہمت لگانے والے پر حد قذف جاری کی جائے گی۔ کیونکہ وہ بچہ کہ جس کی وجہ سے زنا کی تہمت لگائی جا رہی ہے۔ وہ شادی کے طور پر پیدا ہوا ہے۔ اگرچہ یہ شادی فاسد تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام کر دیا تھا اور ایسی صورت میں پیدا ہونے والا بچہ اسی باپ کی طرف منسوب ہوگا (جس کے نطفے سے یہ پیدا ہوا) جیسا کہ ملتوں میں سے ایک ملت پر ایسا ہوتا رہا۔ بہر حال یہ نکاح حد زنا سے خارج ہے۔ لیکن بطور سزا ان دونوں میاں بیوی میں تفریق لازم ہے۔ اور پھر اسے اس طرف لوٹانا چاہیے۔ جو جائز اور حلال صورت ہے۔

یہ حوالہ خود اپنا آپ تبصرہ ہے۔ لہٰذا اسے بار بار پڑھیں۔ بلکہ نجفی کو بھی کوئی سنائے بلکہ خاص کر اس وقت جب "مہمان ملی" کا بہت بڑا مجمع ہو۔ تاکہ ان سب کو حلالی اولاد پیدا کرنے کا ایک اور نسخہ ہاتھ آ جائے۔ اور اس پر انگشت اٹھانے والے

marfat.com

کی خبر لی جائے۔
نابالغہ کے ساتھ بدکاری کے مرتکب پر اگرچہ حد زنا نہیں۔ لیکن اچھا ہوتا کہ نجفی "فتاوٰی قاضی خان" کی پوری عبارت نقل کر دیتا۔ تاکہ حقیقت حال کی پوری وضاحت ہو جاتی۔ عبارت یہ ہے۔

قاضی خان:

رَجُلٌ زَنٰی بِصَغِیْرَۃٍ لَا تَحْتَمِلُ الْجِمَاعَ فَاَفْضَاھَا لَاحَدَّ عَلَیْہِ فِیْ قَوْلِھِمْ ثُمَّ یُنْظَرُ فِی الْاِفْضَاءِ اِنْ کَانَتْ تَسْتَمْسِکُ الْبَوْلَ کَانَ عَلَیْہِ الْمَھْرُ بِالْوَطْیِ وَثُلُثُ الدِّیَۃِ بِالْاِفْضَاءِ وَاِنْ کَانَتْ لَا تَسْتَمْسِکُ الْبَوْلَ کَانَ عَلَیْہِ جَمِیْعُ الدِّیَۃِ وَلَا مَھْرَ عَلَیْہِ فِیْ قَوْلِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَاَبِیْ یُوْسُفَ رَحِمَھُمَا اللّٰہُ تَعَالٰی۔

(فتاوٰی قاضی خان جلد سوم ص ۵۰۸ برحاشیہ فتاوٰی عالمگیری۔ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

جس شخص نے نابالغہ سے بدکاری کی۔ جو جماع کے قابل نہ تھی۔ اور اس فعل سے وہ بچی حالت افضاء میں ہو گئی۔ تمام علماء کا فتوٰی ہے کہ اس شخص پر حد زنا نہیں ہے۔ پھر اس عورت کے افضاء کو دیکھا جائے گا۔ اگر وہ پیشاب روک سکتی ہے۔ تو پھر بدکاری کرنے والے پر بوجہ وطی کے حق مہر ہوگا۔ اور افضاء کی وجہ سے تہائی دیت

marfat.com

ہو گی۔ اور اگر وہ پیشاب نہیں روک سکتی۔ تو پھر وطی کرنے والے پر پوری
دیت ہو گی۔ اور حق مہر نہیں ہو گا۔ یہ قول امام اعظم رضی اللہ عنہ اور امام
ابو یوسف کا ہے۔

فتاوٰی قاضی خان کی عبارت اور اس کے ترجمہ سے قارئین کرام آپ منیرہ کے ساتھ بدکاری کے ارتکاب کرنے والے کے متعلق "حد زنا" کے نہ ہونے کی وجہ جان چکے ہیں۔ وہ یہ کہ اس فعل پر درحقیقت "زنا" کی تعریف ہی صادق نہیں آتی لیکن یہ بھی واضح ہوا کہ ایسے شخص کو بالکل معافی نہیں دی گئی۔ بلکہ ایک صورت میں حق مہر اور نصف دیت اور دوسری صورت میں مکمل دیت کی سزا ہے۔ آخر اس سزا کو نجفی نے ذکر کیوں نہ کیا؟ وجہ صاف ظاہر ہے۔ کہ احناف کے ساتھ حسد و عداوت نے ایسا کرنے پر مجبور کیا ہو گا۔

الدر المختار:

وَلَا حَدَّ بِالزِّنَا بِالْمُسْتَاجَرَةِ اَیْ لِلزِّنَا وَالْحَقُّ وُجُوْبُ الْحَدِّ کَالْمُسْتَاجَرَةِ لِلْخِدْمَةِ۔

(الدر المختار جلد ۲ ص ۲۹ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

اس عورت کے ساتھ بدکاری کرنے پر حد نہیں جو کرائے پر لائی ہو۔ اور حق یہ ہے۔ کہ اس پر بھی حد زنا ہے۔ اسی طرح جس طرح خدمت کے لیے تنخواہ پر لائی گئی عورت کے ساتھ بدکاری پر ہے۔

نجفی نے جان بوجھ کر اس قول راجح کو چھوڑ دیا۔ اور مرجوح پر گرفت کی دھوکہ دہی آخر اس کی پرانی عادت ہے۔ اور حسد و بغض اس کا پیچھا چھوڑنے کے لیے تیار نہیں

marfat.com

ان کے ہاتھوں ایسا کرنے پر مجبور ہیں ساکہ حضرت زینب کی بد دعا کی وجہ سے رونا پیٹنا اور گریبان چاک کرنا (مروجہ ماتم) وغیرہ ان کے مقدر میں ہو چکا ہے۔

مختصر یہ کہ محرمات کے ساتھ نکاح کرنے اور اس کے بعد وطی کرنے والے پر حد زنا اس لیے نہیں کہ یہ فعل زنا کی تعریف میں داخل نہیں ہے۔ یہ تو تھی وجہ حد نہ لگنے کی۔ لیکن شیعوں نے تو کمال کر دی۔ کہ اس طرح سے پیدا ہونے والا بچہ ہرگز "حرامزادہ" نہیں۔ کیونکہ وہ "نکاح رشدہ" سے پیدا ہوا ہے۔ "نکاح رشدہ" واقعی قابل غور اور قابل عمل ہے۔ اس سے دو قدم اور آگے چلئے۔ تو آپ ایک عجیب مقام پر کھڑے پائیں گے۔ "فروع کافی" والے نے تو نکاح محارم کی دو جہتیں بیان کیں تھیں ایک درست اور دوسری فاسد لیکن قربان جائیں۔ شیعہ مجتہد شیخ زین العابدین پر کہ اس نے اپنے ایک نامی گرامی "ابو حنیفہ" سے محارم کے ساتھ وطی کی ایک "عمدہ تدبیر" بیان کی ہے۔ سنیئے۔

ذخیرۃ المعاد:

لزوم غسل خالی از قوت نیست و از ابو حنیفہ نقل شدہ کہ جماع در فرج محارم بالف حریر جائز است۔

(ذخیرۃ المعاد تالیف شیخ زین العابدین مطبع ریاض الرضا اشرف آباد لکھنو ۱۳۱۱ھ باب الطہارت ص ۷۸)

ترجمہ:

(کسی شخص نے شیخ زین العابدین سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص خواہشات نفسانیہ پورا کرنے میں یہ طریقہ اختیار کرے۔ کہ رومال کی طرح کا کوئی کپڑا اپنے عضو مخصوص پر اس طرح لپیٹ لے۔ کہ دونوں (مرد

اور عورت) کا شرمگاہیں بلا واسطہ ایک دوسرے سے نہ چھو پائیں۔ یا ظرف (یعنی عورت کی شرمگاہ) بہت کشادہ ہے۔ یا مظروف (مرد کا آلۂ تناسل) باریک ہو۔ کہ ظرف سے مَس نہ ہونے پائے۔ ان حالتوں میں غسل واجب ہے یا نہیں۔ اس کے جواب میں شیعہ مجتہد نے کہا)

غسل لازم ہونا مضبوط وجہ رکھتا ہے۔ اور "ابو حنیفہ" سے منقول ہے کہ محارم کے ساتھ ان کی شرمگاہ میں جماع کرنا جائز ہے۔ جبکہ جماع کرنے والے نے اپنے عضو مخصوص پر ریشم کا کپڑا لپیٹ رکھا ہو۔

نوٹ:

علامہ محمود احمد رضوی نے یہی عبارت اپنے رسالہ "رضوان" میں پیش کی تو اس وقت شیعہ برادری کی طرف سے ایک اخبار بنام "رضا کار" کے ایڈیٹر نے یہ جواب لکھا تھا۔

"ہاں ممکن ہے۔ کہ کوئی بے سود یہ شبہ پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ کہ ہو سکتا ہے۔ کہ ابو حنیفہ کسی شیعہ عالم کا نام یا کنیت ہو۔ تو ہم اس مغالطہ کی گنجائش کو بھی ختم کر دیتے ہیں۔ ذخیرۃ المعاد میں جہاں یہ مسئلہ درج ہے۔ وہیں اس سلسلہ میں حجۃ الاسلام علامہ مفتی سید محمد عباس جیسے اعاظم علماء کے حواشی بھی موجود ہیں جن میں ان تمام اکابر نے بالصراحت یہ اعلان فرمایا ہے۔ کہ شیعوں کی فہرست میں یہ نام ناپید ہے۔"

(رضا کار ۱۶ / نومبر ۱۹۵۴ء)

رضا کار کی اس عبارت پر علامہ محمود احمد رضوی نے لکھا۔ کہ اگر بقول تمہارے یہ "ابو حنیفہ" تمہارا نہیں۔ بلکہ ہمارا ہے۔ تو پھر بتلاؤ۔ کہ ہمارے ابو حنیفہ سے یہ مسئلہ

marfat.com

الف حریر اکس کتاب میں درج ہے۔ یا احناف کی تمام کتب میں سے کسی ایک میں الف حریر کا مسئلہ دکھا دو۔ پاک و ہند کے تمام شیعوں کو چیلنج ہے۔ کہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقہی کتب سے یہ مسئلہ دکھاؤ۔ تو دس ہزار روپیہ انعام پاؤ۔ الخ

اس کے جواب میں "رضا کار" نے جو کچھ لکھا۔ وہ جواب نہ تھا۔ بلکہ بے تعلق اور بے مقصد باتیں تھیں۔ اس کا اور اس کے تمام ہم نواؤں کا یہی اصرار ہے۔ کہ الف حریر کا مسئلہ ہم شیعہ لوگوں کا نہیں۔ کیونکہ اس کا قائل ابو حنیفہ ہم میں سے کوئی بھی نہیں۔ بلکہ یہ حنفیوں کا مسئلہ ہے۔ کیونکہ "ابو حنیفہ" کی کنیت رکھنے والا انہی کا امام اور مجتہد ہے اس مقام کی مناسبت سے ہم مناسب سمجھتے ہیں۔ کہ کچھ گفتگو اس پر بھی ہو جائے تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی سامنے آجائے۔

☆

marfat.com

"ابوحنیفہ" نامی شیعہ عالم اور مصنّف کا ثبوت

از کتب شیعہ

مجالس المومنین:

(القاضی ابوحنیفہ النعمان بن محمد منصور بن حیون المغربی)

ترجمہ: تاریخ خلکان اور ابن کثیر شامی میں تحریر ہے۔ کہ یہ ابو حنیفہ جانے پہچانے فضلاء میں سے تھا۔ علم فقہ اور دین میں اس کا مرتبہ اور مقام رکھتا تھا۔ کہ جس سے زائد کا تصور نہیں ہو سکتا۔ در اصل امام مالک کے مذہب کا پیرو تھا۔ لیکن بعد میں "مذہب امامیہ" کی طرف پلٹ آیا۔ اس کی بہت سی تصانیف ہیں۔ مثلاً کتاب اختلاف اصول المذاہب، کتاب اختیار اور کتاب الدعوۃ للعبیدیین۔

ابن زولاق سے مروی ہے۔ کہ نعمان بن محمد قاضی بہت بڑا فاضل شخص تھا۔ قرآن کے معانی کی تفسیر و تشریح میں مشہور تھا۔ اور فقہی اصول پر اسے کامل دسترس تھی۔ لغت کی وجوہ کا عارف ہونے کے ساتھ ایک بلند پایہ شاعر اور مورخ تھا۔ عقل و انصاف سے آراستہ تھا۔ اہل بیت کے مناقب میں کئی ہزار اوراق لکھے کہ جو تحریر و سجع وغیرہ کے اعتبار سے عجیب مقام رکھتے تھے۔ اسی طرح اہل بیت کے دشمنوں کی زیادتیوں پر کتابیں لکھیں۔ اسی کی ایک کتاب اس موضوع پر بھی

marfat.com

ہے۔ کہ اس میں امام ابو حنیفہ کوفی امام مالک، امام شافعی اور ابن شریک وغیرہ کا بلیغ رد لکھا ہے۔ اس کی تصانیف میں "اختلاف الفقہاء" بھی ہے اس میں اہل بیت کے مذہب کی تائید اور تقویت ذکر کی۔ علم فقہ میں اس کا ایک قصیدہ بھی ہے۔

یہ ابو حنیفہ فاطمی خلیفہ معز الدین کے ہمراہ مغرب سے مصر میں آیا۔ اور ۳۶۳ھ میں رجب کے مہینہ میں اس نے انتقال کیا۔

(مجالس المؤمنین۔ جلد اول ص ۹ ۴ ۵ مجلس پنجم۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

تنقیح المقال:

ترجمہ: نعمان ابن محمد ابن منصور مغربی کے متعلق ابن خلکان اور ابن کثیر نے ذکر کیا ہے۔ کہ یہ شخص مشہور فضلاء میں سے تھا۔ پہلے مالکی تھا۔ بعد میں امامی ہو گیا۔ اس کی تصانیف میں سے ایک کا نام "دعائم الاسلام فی مناقب اہل بیت علیہم السلام" تھا۔ اہل بیت کے مخالفین کی زیادتیوں پر بھی اس کی تصانیف ہیں۔ اس کی اولاد میں بھی بڑے بڑے فاضل لوگ ہوئے۔ ابو الحسن علی بن نعمان، ابو عبد اللہ محمد بن نعمان وغیرہ۔ صاحب تاریخ مصر نے کہا۔ کہ قاضی نعمان علم، فقہ، دین اور دیگر علوم میں یگانہ روزگار تھا۔ اس کی "کتاب الدعا" عمدہ کتاب ہے۔ اور اس کی عبارت اس شخص کے بارے میں لکھی گئی صفات کی تائید کرتی ہے لیکن وہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بعد والے حضرات ائمہ کی روایات نقل نہیں کرتا۔ اس کا باعث "اسماعیلیہ" کا خوف تھا۔ کیونکہ ان کی طرف سے یہ مصر کا

marfat.com

قاضی بنا تھا۔ لیکن تقیہ کا سہارا لے کر مذہب امامیہ کا اظہار کرتا رہا۔ یہ بات ہر عقل مند بخوبی جانتا ہے۔

ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب معالم میں جو اس کے متعلق لکھا ہے۔ کہ یہ شخص امامی نہ تھا۔ یہ بہت بڑا اشتباہ ہے۔ کیونکہ گھر والے ہی اپنے گھر کی بات بخوبی جانتے ہیں۔ اور گھر والے (مورخین نے اس کو پکا امامی لکھا ہے۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ ایک شخص امامی نہ ہو۔ اور وہ حق وصداقت کے غاصبین کے مظالم پر تصانیف لکھے۔ ؟ اس کی ایک اور کتاب "فضائل الائمۃ الاطہار" ہے۔ تیسری کتاب مسئلہ امامت پر ہے۔ اس کا اس نے خود تحریری طور پر اعتراف کیا ہے۔ کہ وہ کرامامی ہے۔ اس کی کتابیں بہت اچھی ہیں۔ "شرح الاخبار فی فضائل الائمۃ الاطہار ذکر مناقب ابی الصادق علیہ السلام۔ الاتفاق والافتراق، المناقب والمثالب الامامت، اصول المذہب الروایۃ الایضاح اس کی تصانیف میں سے ہیں۔ (معالم العلماء)

مجلسی نے کہا۔ کہ ابو حنیفہ مذکور فاطمی خلیفہ معز الدین کے ہمراہ مصر آیا۔ اور ۳۶۳ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

(تنقیح المقال جلد سوم باب النعمان من الواب النون ص ۲، ۳ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ "ابو حنیفہ" نامی ایک شیعہ بھی گزرا۔ اور وہ محض عام شیعہ نہ تھا۔ بلکہ صاحبِ تحریر و تصنیف اور عالم فقیہ تھا۔ اس کی اولادیں بھی علم وفقہ کے حامل پیدا ہوئے۔ "الف حریر" اسی ابو حنیفہ کا تحفہ ہے۔ اب جبکہ یہ تحفہ بھیجنے والے کا نام اور پتہ ہم نے تمہاری کتابوں میں سے ہی ثابت کر دیا ہے۔ تو اس کی قدر کرو۔

اور اس پر بے جھجک عمل کرو۔ یہاں تو محارم کے ساتھ نکاح کی بھی ضرورت نہیں۔ اور کوئی گناہ بھی نہیں۔ کیونکہ ”جائز“ کے کرنے پر گناہ نہیں ہوا کرتا۔ ان گزارشات کے بعد نجفی کی وہ زبان ملاحظہ ہو۔ کہ جو ان اعتراضات کے بعد ”نوٹ“ میں اُس نے حنفی علماء کو خطاب کر کے کہی۔ کس قدر شرم و حیاء سے عاری اور اُس بازار کی زبان ہے۔ اگر وہ گالیاں ”مذہب حنفی“ پر اس لیے دی گئیں۔ کہ اس میں مذکورہ جرائم پر ”حد زنا“ نہیں۔ تو وہی جرائم مذہب جعفریہ میں بھی موجود ہیں۔ اور اس میں بھی وہ حد نہیں ہے۔ تو پھر ”مذہب جعفریہ“ کے لیے وہی کلمات خبیثہ کیوں نہ فٹ آئیں۔ بلکہ یہاں تو ان ”جرائم“ کو ”جائز“ بھی کر دیا گیا۔ اب ان پر عمل پیرا ہو کر خود انصاف کرو۔ کہ ان کا ثواب کس کو جائے گا۔؟

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

marfat.com

اعتراض نمبر ۶۱

شراب کی سزا معاف

حقیقت فقہ حنفیہ:

فان اقر بابعد ذهاب رائحتها لم يحد عند ابی حنيفة۔

(الہدایہ باب حد الشرب جلد دوم ص ۵۲۷۔)

ترجمہ:

اگر کوئی شخص شراب پینے کا اقرار اس وقت کرے۔ جبکہ اس کے منہ سے شراب کی بو ختم ہو چکی ہو۔ تو امام اعظم اور قاضی ابو یوسف کے نزدیک اس شخص پر کوئی سزائے شرعی نہیں۔ نیز اگر کسی شخص پر شراب پینے کی گواہی دے اور اس کے منہ سے شراب پینے کی بو ختم ہو چکی ہو۔ اس پر بھی حد نہیں ہے۔ نیز دو من اقر بشرب الخمر ثم رجع لم يحد،، جو شخص شراب پینے کا اقرار کرے اور پھر مکر جائے۔ تو اس پر بھی حد نہیں ہے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۷)

جواب:

اعتراض میں بنیادی بات یہ ہے۔ کہ شراب کی بو ختم ہونے پر حد شراب" نہیں لگے گی۔ اس اعتراض کو بھی نجفی نے اس لیے ذکر کیا۔ کہ شاید عوام اس کی چال میں آجائیں۔ اور وہ "فقہ حنفیہ،، کو اچھا سمجھنے کی غلطی نہ کریں۔ لیکن صاحبان علم اس کو بھی دھوکہ

marfat.com

اور فریب کا ہی نام دیں گے۔ کیونکہ مسئلہ مذکورہ اپنے پس منظر میں دیکھا جائے۔ تو بات کچھ اور نظر آتی ہے۔ وہ یہ کہ یہ مسئلہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا اپنا اجتہادی مسئلہ نہیں۔ کہ ان کی طرف اس کی نسبت کر دی جائے۔ بات یوں ہے۔ کہ جب شرابی پر حد شراب کا معاملہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر پیش ہوا۔ تو آپ نے اس کے لیے شراب کی بو پایا جانا شرط قرار دیا۔ اسی شرط پر موجود تمام صحابہ کرام نے اجماع کر لیا۔ لہٰذا اسی اجماعی بات کو امام اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح لیا۔ اور مذکورہ صورتوں میں چونکہ بوئے شراب موجود نہیں ہوتی۔ اس لیے "حد شراب" نہیں لگے گی۔ ہدایہ کی پوری عبارت اس کی وضاحت کرتی ہے۔

الہدایہ:

وَعِنْدَ هُمَا لَا يُقَامُ الْحَدُّ إِلَّا عِنْدَ قِيَامِ الرَّائِحَةِ لِاَنَّ حَدَّ الشُّرْبِ ثَبَتَ بِاِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ وَلَا اِجْمَاعَ اِلَّا بِرَأْيِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَقَدْ شَرَطَ قِيَامَ الرَّائِحَةِ عَلٰى مَا رَوَيْنَا۔

(ہدایہ ص ۵۲۷ باب حد الشرب مطبوعہ کلام کمپنی کراچی)

ترجمہ:

شیخین کے نزدیک شرابی پر حد اس وقت قائم کی جائے گی۔ جب اس کے منہ سے شراب کی بو آ رہی ہو۔ کیونکہ شراب پینے پر حد صحابہ کرام کے اجماع سے ثابت ہے۔ اور اس اجماع کا اصل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے تھی۔ آپ کی رائے یہی تھی۔ کہ شرابی سے

marfat.com

شراب کی بو آنا ضروری ہے۔ جیسا کہ ہم نے روایت کی ہے۔

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ حد شراب نوشی کا قیام بوقت موجودگی بوئے شراب ہے۔ اور یہ شرط حضرات صحابہ کرام نے حضرت عبداللہ بن مسعود کی رائے پر اتفاق و اجماع کرتے ہوئے تسلیم کی۔ اب مسائل مذکورہ میں حد کا قیام نہ ہونا امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مسئلہ نہیں۔ وہ تو صحابہ کرام کا مسئلہ ہے۔ لہٰذا امام اعظم پر اعتراض کرنا نری حماقت اور پرلے درجے کی جہالت ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قصور صرف یہ ہے۔ کہ بقول رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم بایہم اقتدیتم اہتدیتم آپ نے حضرات صحابہ کرام کی اقتداء کی ہے یہ اقتداء عین شریعت ہے۔ نہ کہ خلاف شریعت۔

آخری مسئلہ کہ شرابی اقرار کر کے مکر جائے۔ تو اس پر حد نہیں لگے گی۔ اس پر اعتراض کیوں؟ ایسی کئی ایک مثالیں احادیث میں موجود ہیں۔ سردست ایک مثال حاضر خدمت ہے۔ اور وہ بھی شیعوں کے اپنے گھر سے۔

وسائل الشیعہ:

إِنَّ مَاعِزًا بنَ مَالِكٍ أَقَرَّ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالزِّنَا فَأَمَرَ بِهِ أَنْ يُرْجَمَ فَهَرَبَ مِنَ الْحَفْرَةِ فَرَمَاهُ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ بِسَاقِ بَعِيْرٍ فَعَقَلَهُ فَسَقَطَ النَّاسُ فَقَتَلُوْهُ ثُمَّ أَخْبَرُوا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَالِكَ فَقَالَ لَهُمْ فَهَلَّا تَرَكْتُمُوْهُ إِذَا هَرَبَ يَذْهَبُ فَإِنَّمَا هُوَ الَّذِيْ أَقَرَّ عَلٰى نَفْسِهِ وَقَالَ لَهُمْ أَمَا لَوْ كَانَ عَلِيٌّ حَاضِرًا مَعَكُمْ لَمَا ضَلَلْتُمْ قَالَ

marfat.com

وَ وَدَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِيْنَ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۸ ص ۳۷۶ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زنا کا اقرار کیا۔ تو آپ نے انہیں رجم کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ جب رجم کیا گیا۔ تو جناب ماعز گڑھے سے بھاگ نکلے۔ زبیر بن العوام نے اونٹ کی پنڈلی کی ہڈی اٹھا کر ماری۔ اس کے لگنے سے وہ رک گئے۔ لوگ ان پر ٹوٹ پڑے۔ اور مار دیا۔ پھر جب اس واقعہ کی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں نے خبر دی۔ تو آپ نے فرمایا۔ جب وہ بھاگ نکلا تھا۔ تو تم نے اُسے جانے دیا ہوتا۔ وہ تو خود اپنی ذات پر زنا کا اقراری تھا۔ کوئی گواہی نہ تھی۔ اس لیے اس کے بھاگنے سے فرق نہ پڑتا اقراری ہونے کی صورت میں بھاگنا ایک طرح اقرار سے مکرنا بھی بنتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ کاش کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمہارے ساتھ ہوتے۔ تو وہ تمہیں اس غلطی سے بچا لیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ماعز کی دیت بیت المال سے ادا کی۔

شراب کے مسئلہ میں شرابی کا اقرار کے بعد صاف صاف مکر جانا تھا۔ جس پر حد شراب نہ لگانے کا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول فرمایا لیکن یہاں تو حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کا صاف انکار نہیں۔ بلکہ انکار کی ایک صورت بنتی ہے۔ اس پر بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی سزا کا کچھ نہ کچھ بدلہ عطا فرما دیا۔ جب انکار کی صورت پر یہ رعایت ہو۔ تو صراحت کے ساتھ انکار پر نہ ہوگی؟

marfat.com

امام اعظم پر اعتراض کرنا آسان تھا۔ تو نجفی نے کر دیا لیکن وہی نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ قابلِ اعتراض (بقول نجفی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیت ادا کرنا اور لوگوں کو رجم سے باز رہنے کی تعلیم و تلقین فرماتا ہے۔ لیکن یہ نجفی کی سوچ ہے۔ کہ اس گدھے کی سوچ سے نہ عام بچ سکے۔ اور نہ خواص۔ (معاذ اللہ)

ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم

marfat.com

اعتراض نمبر ۶۲

چوری کی متعدد صورتوں میں ہاتھ کاٹنے کی تنسیخ :-

الھدایہ: حقیقت فقہ جعفریہ

ولا قطع فیما یتسارع الیہ الفساد کاللبن واللحم والفواکہ الرطبۃ۔

(الھدایۃ کتاب السرقہ جلد دوم ص۵۳۹)

ترجمہ:

جو شخص ایسی چیز کی چوری کرے جو دیر تک صحیح نہیں رہتی مثلاً دودھ گوشت اور تازہ میوے وغیرہ تو ایسی چوری کرنے میں چور کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں۔ نیز ولا فی سرقۃ المصحف وان کان علیہ حلیۃ۔ جو شخص قرآن مجید چوری کرے اگرچہ قرآن پر کوئی قیمتی غلاف یا اس کے مثل کوئی اور چیز ہو تو ایسے چور کے بھی ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔ نیز ولا قطع علی النباش جو شخص قبر کھود کر مردے کا کفن چوری کرے اس کے ہاتھ بھی نہ کاٹے جائیں۔

نوٹ:

ہم نے نمونہ کے طور پر صرف چند چوروں کا ذکر ہے۔ جن میں فقہ نعمان نے چھٹی دی ہے۔ اور اگر تفصیل میں پڑھیں۔ تو فقہ حنفیہ نے اس باب میں بعانت

marfat.com

بھانت کے فتوے دیئے ہیں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۸)

جواب:

ہدایہ سے ذکر کردہ عبارت میں نجفی کو چار چاند نظر آئے۔ جو اس نے ایک ہی سانس میں ذکر کر دیئے ہیں۔

الزام اوّل:

ان اشیاء کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں۔ جو دیر تک باقی نہیں رہتیں۔

الزام دوم:

قرآن کریم کے چور پر بھی حد سرقہ نہیں۔ اگرچہ قرآن کریم پر کوئی قیمتی غلاف یا زیور لگا ہو۔

الزام سوم:

دفتری کاغذات پر قطع ید نہیں۔

الزام چہارم:

کفن چور پر چوری کی سزا (ہاتھ کاٹنا) نہیں ہے۔

ان الزامات میں نجفی نے جو مرکزی بات ذکر کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ "فقہ نعمان" نے چند چوروں کو چوری کی سزا نہ دے کر عقل و نقل کے خلاف کیا۔ کیونکہ یہ بہر حال چور ہونے کی وجہ سے چوری کی سزا سے بچنے نہیں چاہئیں۔ اب ان الزامات کا ترتیب وار ہم جواب پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

marfat.com

تردید الزام اول:

دیر تک نہ رہنے والی اشیاء کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہ دینا امام اعظم ابو حنیفہ کا اپنا گھریلو مسئلہ نہیں۔ بلکہ اس مضمون کی احادیث موجود ہیں۔ جن سے استنباط کے طور پر یہ مسائل بیان ہوئے۔ ایسی احادیث کتب شیعہ میں بھی موجود ہیں۔

اللمعة الدمشقيه:

الرابعة۔ لَا قَطْعَ فِيْ سَرِقَةِ الثَّمَرِ عَلَى الشَّجَرَةِ وَاِنْ كَانَ مُحْرَزًا بِحَائِطٍ وَغَلْقٍ لِاِطْلَاقِ النُّصُوْصِ الْكَثِيْرَةِ بِعَدَمِ الْقَطْعِ بِسَرِقَتِهِ۔

(اللمعة الدمشقيه۔ كتاب الحدود جلد نهم ص ۲۴۵ مطبوعه قم ايران طبع جديد)

ترجمہ:

درخت پر سے پھل چوری کرنے پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں ہوگی۔ اگرچہ وہ درخت دیوار یا دروازہ وغیرہ کے ذریعہ محفوظ کر دیا گیا ہو کیونکہ نصوص کثیرہ میں مطلقاً اس قسم پر قطع کی سزا نہیں ہے۔

روضة البهيه شرح اللمعة الدمشقيه

عن ابي عبد الله عليه السلام قَالَ اِذَا اَخَذَ الرَّجُلُ مِنَ النَّخْلِ وَ الزَّرْعِ قَبْلَ اَنْ يُصْرَمَ فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَطْعٌ

(روضة البهيه شرح اللمعة جلد ۹ ص ۲۴۹، ۲۵۰ مطبوعه قم)

marfat.com

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص کھجور کے درخت سے کھجوریں یا کسی زمین کی پیداوار چوری کرے۔ لیکن یہ چوری ان اشیاء کے کاٹنے سے پہلے ہو۔ تو اس چور کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بھی وہی بات فرمائی۔ جو امام اعظم رضی اللہ عنہ کی تھی۔ ہدایہ کی عبارت میں "تازہ میوہ" کے لفظ اس طرف اشارہ کرتے ہیں۔ کہ یہ چوری درخت پر لگے ہوئے میوے کی گئی۔ اگر اس پر ہاتھ نہ کاٹنے کی بات کرکے امام اعظم رضی اللہ عنہ مورد الزام ٹھہرے۔ تو پھر امام جعفر رضی اللہ عنہ کی معافی کیونکر ہوگئی؟ نجفی نے احناف کو بدنام کرنے کی ناکام کوشش میں اپنے ائمہ کو بھی "رگڑا" دے دیا۔ سچ ہی کہاوت ہے۔ "ہلکا کتا ہنیاں نوں وی وڈھن پیندا اے"

جواب الزام دوم:

قرآن کریم کی چوری اور اس پر لگے ہوئے زیورات کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں۔ اس کی آخر کوئی وجہ ہوگی۔ کوئی دلیل ہوگی۔ اچھا ہوتا کہ نجفی اس وجہ اور دلیل پر اعتراض کرتا۔ کیونکہ یہ تو ایک جزئی مثال ہے۔ قانون پر گرفت ہوتی۔ تو بہتر تھا۔ بہرحال صاحب ہدایہ نے اس کی وجہ جو بیان فرمائی۔ وہ ملاحظہ ہو جائے۔

ھدایہ:

وَوَجْهُهُ الظَّاهِرُ اَنَّ الْاٰخِذَ يَتَاَوَّلُ فِيْ اَخْذِهِ الْقِرَاءَةَ وَالنَّظَرَ فِيْهِ۔

ھدایہ جلد دوم ص۵۴۰

مطبوعہ کلام کمپنی کراچی)

marfat.com

ترجمہ:

قرآن کریم کا چور اس پر لگے زیورات کا چور پوچھنے پر یہ تاویل کر سکتا ہے کہ میں نے قرآن کریم بغرض چوری نہیں۔ بلکہ پڑھنے کے لیے اور اس کو دیکھنے کے لیے اٹھایا ہے۔

گویا اس چور کی ہاتھ کاٹنے کی سزا کی معافی ایک تاویل اور شبہ کی بنا پر ہوئی۔ اب قانون یہ سامنے آیا۔ کہ کیا شبہ کی بنیاد پر حد معاف ہو سکتی ہے؟ اگر ہو سکتی ہے تو امام اعظم کا کیا قصور اور اگر نہیں ہو سکتی تو پھر مورد الزام ٹھہریں گے۔ یہ قانون حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر مبنی ہے۔ اور اس کی بہت سی مثالیں کتب شیعہ میں بھی موجود ہیں۔

المبسوط:

ترجمہ:

ایک عورت حاملہ ہے لیکن اس کا خاوند کوئی نہیں ہے۔ اب اس سے اس حمل کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اگر وہ کہتی ہے کہ یہ زنا سے ہوا ہے۔ تو پھر اس پر حد زنا ہے۔ اور اگر کہتی ہے کہ زنا کے بغیر ہے۔ تو اس پر حد نہیں ہو گی۔ اگرچہ بعض شیعہ۔۔۔۔ علماء اس دوسری صورت میں حد کا قول کرتے ہیں۔ لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ کیونکہ اصل یہ ہے۔ کہ کسی نہ کسی طرح بری الذمہ ہونا چاہیے اب اس صورت میں زنا کا احتمال بھی ہے۔ وطی بالشبہ اور زبردستی کی گئی کے احتمالات ہیں۔ اور حدود حکم شرعی ہے۔ جو شبہ سے ختم ہو جاتا ہے۔

کیوں صاحب! ذرا دونوں مسائل کا موازنہ کر کے دیکھیں۔ شبہ تو یہ کس طرف ہے؟ عورت کا حمل بالکل ظاہر اور شبہ میں اس سے وطی ہو جانا شاید زندگی بھر کبھی

marfat.com

کو ایک دفعہ بھی نہ ملے۔ اس قدر قلیل الوقوع ہے۔ اور دوسرا شبہ یہ کہ اس سے زبردستی وطی کی گئی۔ اگرچہ یہ شبہ مضبوط ہے۔ لیکن جب عورت کی ذات کی طرف خیال جاتا ہے آخروہ بھی جسمانی خواہشات رکھتی ہے۔ اور التقائے ختانین بلکہ ادخال ذکر سے کچھ اکراہ والا معاملہ کمزور پڑھ جاتا ہے۔ لیکن ان دونوں کے مقابلہ میں قرآن کریم کے چوری کی یہ تاویل کہ "میں نے پڑھنے کے لیے اٹھایا" کثیر الوقوع ہے اور جانب مخالف کے احتمالات سے بہت دور۔ گویا نوے فی صد شبہ ہے۔ ادھر اس درجہ کا نہیں۔ لیکن شبہ کمزور ہونے کے باوجود حد اٹھالی گئی۔ اگر امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاں شبہ قریہ ہوتے ہوئے حد ساقط کر دی گئی۔ تو نجفی کو برا لگا۔ اور اعتراض کر دیا لیکن اپنی کتب کو نہ دیکھا۔ کہ ان میں اس قسم کے بیسیوں مسائل موجود ہیں۔ ان کے مصنفین بلکہ اقوال ائمہ اہل بیت پر اعتراض بنتا ہے۔ اسی بے وقوفی یا حسد و بغض کی اندھی سوچ پر "حجۃ الاسلام" کا لقب طاہو گا۔ "جتنیں" تو بہت اتی ہیں۔ لیکن علماء تو علماء عام آدمی بھی ان اعتراضات و جوابات کو پڑھ کر تمہیں "جحتی" کہنے میں باک محسوس نہیں کریں گے۔ تمہارے حال پر ہمیں ایک بے ٹکٹے دیہاتی کا واقعہ یاد آگیا گاڑی کے ٹکٹ چیکر نے ایک دیہاتی کو پوچھا ٹکٹ دکھلاؤ۔ دیہاتی بولا۔ باؤ جی ٹکٹ تو کوئی نہیں۔ جب دونوں میں تکرار ہوئی۔ تو باؤ نے اس دیہاتی کو پکڑا۔ اور اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔ واپس گاؤں آیا۔ تو لوگوں کو کسی طریقہ سے اس کی پٹائی کی اطلاع ہو چکی تھی۔ انہوں نے پوچھا۔ تو مونچھوں کو تاؤ دے کر کہنے لگا: "باؤ نے میںوں ٹیک کے ماریا پر باؤ تھلے اور میں باؤ دے اُتے"۔ ایمانداری کی بات ہے۔ یہ اعتراض و جواب کوئی سن سنا کر نجفی سے پوچھے۔ جحتی صاحب! آپ تو شکست کھا گئے۔ تو ان کی دیرینہ عادت کے مطابق لگتا ہے۔ جواب یہی ملے گا: "یار لت میری ہی اُتے اے"۔

marfat.com

جواب الزام سوم:

کتابوں اور دفاتر کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا کیوں نہیں؟ صاحب ہدایہ نے اس کی وجہ بیان کی ہے۔

ھدایہ:

وَلَا قَطْعَ فِی الدَّفَاتِرِ کُلِّهَا لِاَنَّ الْمَقْصُوْدَ مَافِیْهَا وَذَالِکَ لَیْسَ بِمَالٍ۔

(ھدایہ جلد دوم ص ۵۴۱ کتاب الحدود)

ترجمہ:

تمام قسم کی کتب اور رجسٹر وغیرہ کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا اس لیے نہیں۔ کہ چوری کرنے والے کا اصل مقصود وہ تحریر ہے۔ جو اس میں ہے۔ اور تحریر "مال" نہیں۔ (کہ اس کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا دی جائے) ہر شخص یہ سمجھتا ہے۔ کہ چوری کا "اطلاق مال" پر ہوتا ہے اور ایسی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا بعض دیگر قیود کے ساتھ ہے۔ اب جبکہ کسی کتاب کے نقوش یا اس میں تحریر شدہ عبارت "مال" کے زمرے میں شامل نہیں۔ تو اس کی چوری پر قطع ید کا حکم نہ لگانا کون سا عیب ہے۔ یہاں بھی نجفی کا حسد و بغض کارفرما نظر آتا ہے۔

جوابُ الزام چہارم:

"کفن چور" پر ہاتھ کاٹنے کی سزا امام اعظم رضی اللہ عنہ نے خود معاف نہیں فرمائی۔ جس سے آپ پر اعتراض آئے۔ بلکہ اس ضمن میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

—— کی ایک حدیث کا حوالہ دیا گیا۔ الفاظ یہ ہیں۔ لا قطع علی المختفی۔۔ "مختفی" کے لیے ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں۔ پھر مختفی کے بارے میں لکھا۔ کہ مدینہ پاک کے رہنے والے کفن چور کو مختفی کہتے تھے۔ معلوم ہوا۔ کہ کفن چور کی سزا از روئے حدیث ساقط ہوئی۔ نہ یہ کہ امام اعظم کی رائے سے ایسا ہوا۔ لہٰذا امام صاحب پر اعتراض کرنا حماقت ہے علاوہ ازیں قرآن کریم میں ہاتھ کاٹنے کی سزا "سرقہ" پر ہے۔ اور "سرقہ" کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے۔ جو "حرز" میں ہو یعنی وہ مال محفوظ ہو۔ مال کی حفاظت کا شرعی طور پر کوئی متعین و مقرر طریقہ نہیں۔ اس لیے اس کا فیصلہ "عرف" کے اعتبار سے کیا جائے گا۔

اللمعۃ الدمشقیہ:

اَلْحِرْزُ لَا تَحْدِیْدَ شَرْعًا فَیُرْجَعُ فِیْہِ اِلَی الْعُرْفِ۔

(اللمعۃ الدمشقیہ۔ جلد ۹ ص ۲۴۲)

ترجمہ:

"حرز" کی شرعی کوئی تعریف نہیں۔ لہٰذا اس بارے میں "عرف" کو لیا جائے گا۔

اس بنا پر "حرز" کی تعریف میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاں "حرز" کی صورت یہ ہے۔ کہ کسی مکان یا ظرف میں کوئی چیز محفوظ ہو چکی ہے یا اس کی نگرانی کے لیے کسی کو مقرر کر دیا گیا ہو میت کے کفن کے بارے میں "حرز" کی یہ دونوں صورتیں موجود نہیں۔ نہ کسی مکان محفوظ میں تالا وغیرہ لگا کر اسے رکھا گیا اور نہ کوئی چوکیدار یا نگران مقرر ہے۔ لہٰذا یہ چوری "حرز" کو توڑ کر نہ ہو گی۔ جب شرط چوری نہ پائی گئی۔ تو پھر وہاں کی سزا بھی نہ دی جائے گی۔ اسی بنا پر غالباً کفن چور

marfat.com

کو "سارق" نہیں کہا گیا۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَبْصَارِ

اعتراض نمبر ۶۳

حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں فضلوت کا بیان

ھدایہ کتاب اداب القاضی:

یَجُوْزُ التَّقَلُّدُ مِنَ السُّلْطَانِ الْجَائِرِ کَمَا یَجُوْزُ مِنَ الْعَادِلِ لِاَنَّ الصَّحَابَۃَ تَقَلَّدُوْا مِنْ مُعَاوِیَۃَ وَالْحَقُّ کَانَ بِیَدِ عَلِیٍّ وَالتَّابِعِیْنَ تَقَلَّدُوْا مِنَ الْحَجَّاجِ وَھُوَ کَانَ جَائِرًا۔

(ھدایہ کتاب اداب القاضی جلد ۳ ص ۱۳۳)

ترجمہ:

ظالم بادشاہ کی طرف سے قاضی بننا۔ اور فیصلے کرنے کے لیے جج بننا جائز ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام معاویہ کی طرف سے قاضی بنے ہیں۔ جبکہ حق علی کے ساتھ تھا۔ نیز صحابہ کے بعد تابعین حجاج کی طرف سے قاضی بنتے رہیں۔ اور حجاج بھی ظالم تھا۔

marfat.com

نوٹ:

سنی بھائیوں کا اہل تشیع پر ایک اعتراض یہ بھی ہے۔ کہ اگر ابوبکر و عمر و عثمان ظالم تھے۔ تو حضرت علی نے ان کی حکومت کے زمانہ میں ان کی طرف سے قضاوت کرنا کیوں قبول کیا۔ اور ثلاثہ کو مشورے کیوں دیئے؟ مشکل مسائل میں فیصلے کیوں کئے؟ ہم عرض کرتے ہیں۔ کہ جناب امیر نے ثلاثہ کی طرف سے ہرگز یہ عہدہ قضاوت قبول نہیں کیا۔ بلکہ اس زمانہ میں شرعی حاکم خود حضرت امیر علیہ السلام تھے۔ اور انہوں نے اپنے وظیفہ شرعی پر عمل کیا ہے۔ اور اگر اس طرح سنی بھائیوں کی تسلی نہیں ہوتی۔ تو پھر ہم یوں عرض کریں گے۔ کہ ثلاثہ ظالم بادشاہ تھے۔ اور سنی بھائیوں کی کتاب الہدایہ گواہ ہے۔ کہ ظالم کی طرف سے قاضی بن کر لوگوں میں فیصلے کرنا کوئی بری بات نہیں ہے اور اس چیز سے فیصلہ کرنے والے کی شان میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ اور وہ ظالم بادشاہ ظالم ہی رہے گا۔ اس کی عدالت ہرگز ثابت نہ ہوگی۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۳۹)

جواب:

نجفی نے "ہدایہ" کی جس عبارت کا سہارا لیا ہے۔ اور اس کی مدد سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو "ظالم بادشاہ" کے طور پر پیش کیا ...... اس عبارت میں مرکزی لفظ "جائر" ہے۔ اس لفظ کے معنی لکھنے میں نجفی نے دیرینہ بددیانتی سے کام لیا۔ آیئے! ذرا اس لفظ کے معانی معلوم کریں۔ پھر اس پر کچھ تحریر کیا جائے گا۔

(۱) جائر:

کسی شے سے ہٹ جانا۔ کہتے ہیں۔ جار عن الطریق۔ وہ راستہ سے ہٹ گیا۔

marfat.com

(۲) **علیہ** : کسی پر ظلم کرنا۔ (بحوالہ المنجد)

اس سے معلوم ہوا۔ کہ لفظ جائر دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ راہ راست سے ہٹ جانے والا اور ظالم۔ صاحب ہدایہ نے اس لفظ کا دو شخصیتوں پر دو مختلف معانی کے اعتبار سے اطلاق کیا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جائر تھے یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں خطائے اجتہادی کی وجہ سے سیدھے راستہ سے ہٹ گئے تھے۔ کیونکہ حضرت علی المرتضےٰ حق پر تھے۔ لیکن یہ یاد رہے، کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق خطائے اجتہادی کا قول اس وقت تک صادق آتا تھا جب تک امام حسن نے آپ کی بیعت نہ کی تھی۔ لیکن امام حسن کے بیعت کر لینے کے بعد آپ عادل اور سچے امیر المومنین تھے۔ نجفی نے ہدایہ کی عبارت میں خیانت سے کام لیتے ہوئے۔ ”و الحق کان بید علی“ الفاظ پر اکتفا کیا۔ اور ”فی نوبتہ“ ہضم کر گیا۔ کیونکہ اس کے ہضم کے بغیر اس کا مقصد پورا نہ ہوتا تھا۔ ”فی نوبتہ“ کا معنی یہ ہے۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ اپنی باری اور اپنے زمانہ میں حق پر تھے۔ آپ کی باری اور زمانہ سبھی جانتے ہیں۔ کہ حضرت خلفاء ثلاثہ کے بعد میں آئی۔ لہٰذا اس سے مفہوم نکالنا کہ خلفائے ثلاثہ بھی حق پر نہ تھے اور ظالم تھے۔ نری جہالت ہے۔ حضرت علی اپنے زمانہ میں حق پر تھے۔ یعنی امیر معاویہ کے مقابلہ میں۔ جب علی حق پر ہوئے۔ تو امیر معاویہ اسی حق پر نہ ہونے کی وجہ سے ”جائر“ ہوئے۔ اب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ”جائر“ کا اطلاق جس معنی میں ہوا۔ وہ واضح ہو گیا۔ یہاں ”ظالم“ کے معنی میں اس لفظ کو لینا خود ظلم ہے۔ کیونکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قتل وغیرہ آپ کے ہاتھوں سرزد نہیں ہوا۔ ہاں یہ ساری باتیں حجاج کے دور میں تھیں۔ اس لیے وہ جائر بمعنی ظالم ہو گا۔ ہدایہ کی عبارت کا یہی مفہوم ہے۔ جسے نجفی نے غلط ملط

marfat.com

کردیا ہے۔ کیونکہ صاحب ہدایہ نے حضرت علی کے لیے مقابلۃ لفظ ”حق،، ذکر کیا ہے۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اسی کا مقابل بنا کر ”جائر“ ذکر کیا۔

پھر آگے چل کر نجفی نے ایک اور شگوفہ چھوڑی۔ وہ یہ کہ اگر خلفائے ثلاثہ ظالم تھے۔ تو حضرت علی کا ان کے دورِ خلافت میں عہدہ قضاء قبول کرنا اور انہیں مشورے دینا کیونکر جائز ہو گیا؟ یہ سُنیوں کی طرف سے اہل تشیع پر خود اعتراض گھڑا اور پھر اس کے دو جواب لکھے۔ پہلا جواب یہ دیا۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ نے عہدہ قضاء ان کی طرف سے قبول نہیں کیا۔ بلکہ آپ خود ہی ان کے زمانہ میں بھی شرعی حاکم تھے۔ اس لیے آپ اپنی شرعی ذمہ داری پوری کرتے رہے۔ دوسرا جواب یہ دیا کہ جب اہل سنت کے نزدیک ظالم حکمران کی طرف سے عہدہ قضاء قبول کر لینے میں کوئی حرج نہیں تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ بھی ظالم ہو گئے۔ یا اصحاب ثلاثہ کا ظلم ختم ہو گیا۔

نجفی کے یہ جواب ایسے ہیں۔ کہ جن کی خود کتب شیعہ تردید کرتی ہیں۔ دریافت کیا جا سکتا ہے۔ کہ اگر شرعی حاکم حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ تو پھر صدیق اکبر کے ہاتھ پر حضرت علی نے بیعت کر کے ان کی خلافت و امارت پر صاد کیوں کیا۔ خود تم ہی واویلا کرتے ہو۔ کہ حضرت علی کے گلے میں رسی ڈال کر کھینچ کر لایا گیا۔ اور ابوبکر کی بیعت کرنے کو کہا گیا۔ علی نے پوچھا اگر میں بیعت نہ کروں تو پھر کیا ہو گا۔ عمر ابن الخطاب نے کہا۔ گردن زنم۔ میں تمہاری گردن اڑا دوں گا شیعہ کتب میں یہ ڈرامہ پھر کس لیے رچایا گیا۔

رہا یہ معاملہ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ تینوں خلفاء کو ظالم سمجھتے رہے اور ظالم کی طرف سے عہدہ قضاء قبول کرنے میں سُنیوں کی طرف سے اجازت ہے۔

marfat.com

تو یہ جواب خود نجفی کا منہ چڑا رہا ہے۔ اس لیے کہ نجفی سے زیادہ حضرت علی المرتضیٰ اور آپ کے خاندان کے بزرگ اس معاملہ کو بہتر جانتے تھے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کچھ ایسا ہی سوال ہوا۔

انوار نعمانیہ

قَدْ سُئِلَ فِیْ مَجْلِسِ الْخَلِیْفَةِ عَنِ الشَّیْخَیْنِ فَقَالَ اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ کَانَا عَلَی الْحَقِّ وَمَاتَا عَلَیْهِ عَلَیْهِمَا رَحْمَةُ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔

(انوار نعمانیہ ص ۲۰ جلد طبع قدیم ایران)

ترجمہ:

شیخین کے بارے میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے خلیفہ کی مجلس میں پوچھا گیا۔ تو فرمایا۔ تو عادل امام و خلیفہ تھے۔ انصاف پسند تھے۔ اور حق پر زندہ رہے۔ اور اسی پر رخصت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی روزِ حشر ان پر رحمت ہو۔

نجفی صاحب! تم معصوم نہیں۔ کہ تمہاری منطق قابل اعتبار ہو۔ بلکہ تمہارے مذہب میں ائمہ کے اقوال قابل عمل اور لائق تقلید ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ معصوم ہوتے ہیں۔ تو ایک معصوم امام نے شیخین کو عادل و قاسط اور حق پر قائم فرمایا۔ اور تم ظالم ثابت کرنا چاہتے ہو۔ اگر اس پر تسلی نہیں تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک "ظالم" شخص کو امام صحابہ کو اپنا قائم مقام بنا رہے ہیں۔ کچھ تو حیا کرو اگر یہ بھی بات تمہارا پیٹ نہیں بھرتی تو نہج البلاغہ میں حضرت علی المرتضیٰ کی زبانی تعریف فاروق اعظم ملاحظہ ہو۔

marfat.com

نہج البلاغہ:

لِلّٰهِ بِلَادُ فُلَانٍ فَلَقَدْ قَوَّمَ الْأَوَدَ وَدَاوَى الْعَمَدَ
وَأَقَامَ السُّنَّةَ وَخَلَّفَ الْفِتْنَةَ ذَهَبَ نَقِيَّ الثَّوْبِ
قَلِيْلَ الْعَيْبِ أَصَابَ خَيْرَهَا وَسَبَقَ شَرَّهَا أَدَّى
إِلَى اللّٰهِ طَاعَتَهُ وَاتَّقَاهُ بِحَقِّهِ۔

(نہج البلاغہ چھوٹا سائز۔ ص ۳۵۰ خطبہ ۲۲۸
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

اللہ کے لیے ہیں شہر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے۔ جس نے کجی کو سیدھا کیا۔ اور مرض کی دوا کی۔ اور سنت کو قائم کیا۔ اور فتنے کو دور چھوڑا اور دنیا سے صاف کپڑے پہن کر گیا۔ قلیل العیب، خیر اور بھلائیوں کو اس نے پایا۔ اور اس خلافت میں شر سے پہلے چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا اس نے حق ادا کر دیا۔ اور اس کے حق سے ہمیشہ ڈرتا رہا۔

خلاصہ کلام:

صدیق اکبر، فاروق اعظم رضی اللہ عنہما وہ شخصیات ہیں۔ کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عادل اور پرہیزگار فرمایا۔ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے ان کی بیعت کی۔ اور ان کے حق پر قائم رہنے کی گواہی دی۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے واشگاف الفاظ میں انہیں صاحبانِ عدل قرار دیا۔ یہ گواہیاں ایک طرف

marfat.com

اور دوسری طرف نجفی کا ان کو ظالم ٹھہرانا کہ مسلمان نجفی کی بات پر دھیان دے گا۔ ظالم کو سیرتِ حسین بھی یاد نہ رہی کہ جن کی رگوں میں حضرت علی المرتضٰے کا خون تھا یہی حسین ہیں۔ کہ جنہوں نے درحقیقت ظالم شخص کی نہ بیعت کی۔ نہ اس کی اقتدار میں نماز پڑھیں۔ بلکہ شہادت قبول کر لی۔ لیکن ان کے والد گرامی شیخین کی بیعت بھی کرتے ہیں۔ ان کی اقتداء میں نمازیں بھی ادا کرتے ہیں۔ اور پھر نجفی انہیں ظالم کہنے پر اُدھار کھائے بیٹھا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کے دور خلافت میں جو عہدۂ قضاء قبول کیا۔ وہ ان کے عادل ہونے کے وجہ سے تھا۔ اور انہیں اپنے مشورے دیئے۔ اس لیے کہ یہ امت کے خیر خواہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین تھے۔ اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ کیونکہ وہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا حق دار اور امت مسلمہ کا نجات دہندہ سمجھتے تھے

فاعتبروا یااولی الابصار

marfat.com

اعتراض نمبر ۶۴

حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں حلال جانوروں اور حرام جانوروں کے احکام

بخاری شریف:

قَالَ الشَّعْبِیُّ لَوْ اَنَّ اَهْلِیْ اَكَلُوْا الضِّفَادِعَ لَاَطْعَمْتُهُمْ وَلَمْ یَرَی الْحَسَنُ بِالسُّلَحْفَاةِ بَأْسًا۔

(بخاری شریف کتاب الصید جلد ۷ ص ۷۹)

ترجمہ:

(ایک سنی عالم شعبی کہتا ہے۔ اگر میرے اہل و عیال مینڈک کھانا پسند کریں تو میں انکو مینڈک ہی کھلاؤں۔ اور حسن بصری کہتا ہے۔ کہ کچھوا کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام شافعی کے نزدیک دریائی کتا، دریائی خنزیر اور دریائی انسان کا گوشت کھانا حلال ہے۔ (ہدایہ کتاب الذبائح جلد دوم ص ۴۴۲)

marfat.com

میزان الاعتدال:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ سرطان دریائی کتا مینڈک اور خنزیر حلال ہیں۔

(میزان الکبرای جلد دوم ص ۵۸ باب الاطمعہ)

میزان الکبرٰی:

نیز قَالَ اَصْحَابُ الشَّافِعِیِّ وَهُوَ الْاَصَحُّ عِنْدَ هُمْ اَنَّهُ یُؤکَلُ جَمِیْعُ مَا فِی الْبَحْرِ۔

(میزان الکبرٰی کتاب الاطمعہ جلد دوم ص ۵۸)

ترجمہ:

شافعی مذہب کے علماء فرماتے ہیں۔ اور یہی قول ان کے نزدیک صحیح ہے۔ کہ دریا کے تمام جانور حلال ہیں۔ حتیٰ کہ مگرمچھ بھی۔

نوٹ:

سنی بھائیوں کے بڑے مزے ہیں۔ مہنگائی کا زمانہ ہے۔ اور پھر گوشت تو بہت ہی مہنگا ہے۔ خدا بخشے امام بخاری کو جو مینڈک اور کچھوا حلال کر گئے۔ اور پھر امام مالک اور امام شافعی کو بھی خدا بخشے جو دریائی کتا اور خنزیر حلال کر گئے۔ سنی بھائیوں کو چاہیئے۔ کہ مینڈک، کچھوے، کتے اور خنزیر کے کباب بنائیں۔ اور اپنے اماموں کے نام پر خیرات کریں۔ اور رمضان المبارک میں اپنے مسلمان بھائیوں کے انہی کبابوں سے روزے افطار کرائیں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۳۹-۱۴۰)

جواب:

جیسا کہ نجفی کی کتاب کے نام سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس میں "فقہ حنفیہ" پر اعتراضات والزامات ہوں گے۔ اور اس بات کو نجفی وغیرہ سبھی جانتے ہیں۔

marfat.com

کہ "فقہ حنفیہ" حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے اجتہادی مسائل کے مجموعہ کا نام ہے۔ اس کے باوجود اس کتاب میں فقہ شافعی اور مالکی کے مسائل درج کر کے نجفی نے اپنے موضوع سے بھی غداری کی۔ اور یہ غداری ایک آدھی جگہ نہیں۔ بلکہ بہت سے مقامات پر ہوئی۔ اور پھر اسے چھپانے کے لیے "سنی فقہ" کا سہارا لینا پڑا۔ جیسا کہ متعدد مرتبہ ہم یہ کہہ چکے ہیں۔ کہ دوسری فقہ کا جواب دینا ہم پر لازم نہیں۔ اس لیے امام شافعی اور امام مالک رضی اللہ عنہما کی فقہ کے مسائل ہمارے زیر بحث نہیں۔ لیکن ایک سنی ہونے کے اعتبار سے اس بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں۔

"ہدایہ" کے حوالہ سے یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ دریائی کتا، خنزیر اور انسان حلال ہیں۔ اور پھر اس پر از راہ ... تمسخر کباب بنا کر کھانے اور افطاری کی پھبتی کسی گئی ہے انداز عبارت بتاتا ہے۔ کہ یہ اشیاء سنیوں کے نزدیک حلال ہیں اور شیعوں کے نزدیک حرام۔ ورنہ اگر شیعہ بھی انہیں حلال کہیں۔ تو پھر مذاق اور اعتراض کس بنا پر؟ تو آیئے! ذرا فقہ جعفریہ میں ان جانوروں کے بارے میں کچھ حوالہ جات ملاحظہ کریں۔ تاکہ حقیقت حال سامنے آنے پر بات واضح ہو جائے۔

توضیح المسائل:

سگ وخوکی کہ در خشکی زندگی میکنند حتی کہ مو واستخوان وپنجہ وناخن ورطوبتہائے آنہا نجس است ولی سگ وخوک دریائی پاک است۔

(توضیح المسائل باب النجاسات ص۱۲
مطبوعہ تہران طبع جدید)

marfat.com

ترجمہ:

وہ کتا اور خنزیر جو خشکی پر رہتے ہیں۔ ان کے بال، ناخن، پنجے اور دیگر رطوبتیں نجس ہیں۔ لیکن دریائی کتا اور خنزیر پاک ہیں۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ دریائی کتا اور خنزیر تو فقہ جعفریہ میں بھی حلال ہیں۔ پھر کس منہ سے "سنی فقہ" پر اعتراض کیا گیا۔ اور اگر نجفی کوئی ایک حوالہ اپنی کتاب میں سے ایسا دکھا دے۔ کہ جس میں دریائی کتا اور خنزیر ان کے نزدیک حرام ہیں۔ تو منہ مانگا انعام ملے گا۔ معلوم ہوا۔ کہ نجفی جانتے بوجھتے اپنے مذہب کا مذاق اڑا رہا ہے۔ اسی لیے ہم نے اسے "جھجی" کہا ہے۔ کتے اور خنزیر کو حلال و پاک نہیں کہا گیا۔ لیکن قربان جائیں فقہ جعفریہ کی "پاکیزگی" پر کہ اس نے کتوں پر اور خنزیروں کو بھی پاک کر دیا۔ جو خشکی پر "ان کی مثل امت" ہیں۔

المبسوط:

وَ قَالَ بَعْضُهُمْ اَلْحَيَوَانُ كُلُّهٗ طَاهِرٌ فِيْ حَالِ حَيٰوتِهٖ وَ لَمْ يَسْتَثْنِ الْكَلْبَ وَ الْخِنْزِيْرَ قَالَ اِنَّمَا يَنْجِسُ الْخِنْزِيْرُ وَ الْكَلْبُ بِالْقَتْلِ اَوِ الْمَوْتِ

(المبسوط جلد ششم ص ۲۷۹ کتاب الاطعمہ الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

بعض اہل تشیع کا کہنا ہے۔ کہ حیوان ہر قسم کا جب تک زندہ ہے۔ وہ پاک ہے۔ ان لوگوں نے اس حکم طہارت سے نہ تو کتے کو نکالا اور نہ ہی خنزیر کو۔ اور کہا۔ کہ کتا اور خنزیر دو ہی صورتوں میں نجس ہو

سکتے ہیں۔ یا مر جائیں یا مار دیئے جائیں۔
اس حوالہ کے ذریعہ کتے اور خنزیر کے مرنے کے بعد کی نجاست کا اقرار کیا۔ لیکن "متعہ کے رسیا"، اور "تقیہ کے عادی"، اس پر ہی بس کیوں کریں۔ اگر "سبیل امام" کا پانی پی کر پورا ثواب حاصل کرنا ہو، تو پھر مرے ہوئے سور کی کھال کے بنے ہوئے ڈول میں یہ شوق پورا کرنے میں کون پیچھے رہے۔ زرارہ نے یہ نسخہ امام سے پایا ہے۔

وسائل الشیعہ:

عن زرارۃ قال سألتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنْ جِلْدِ الْخِنْزِیْرِ یُجْعَلُ دَلْوًا یُسْتَقٰی بِہِ الْمَآءُ قَالَ لَا بَأْسَ۔

(وسائل الشیعہ جلد اول ص ۱۲۹ کتاب الطہارۃ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

زرارہ جی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھتے ہیں۔ اے امام معصوم! خنزیر کی کھال کا ڈول بنا کر اس سے پانی نکال کر پیا جا سکتا ہے؟
امام نے فرمایا۔ کوئی حرج نہیں۔

بات ادھوری رہ جائے گی۔ اگر پانی پینے کے ساتھ ساتھ کھانا نہ کھایا جائے جیسا پانی ویسا کھانا۔ ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ:

عن اسحاق بن عمار عن ابی عبد اللہ

marfat.com

عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ آكِلُ الْمَيْتَةِ وَالدَّمِ وَلَحْمِ الْخِنْزِيرِ عَلَيْهِ أَدَبٌ فَإِنْ عَادَ أُدِّبَ فَإِنْ عَادَ يُؤَدَّبُ قَالَ وَيُؤَدَّبُ وَلَيْسَ عَلَيْهِ حَدٌّ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۸ ص ۵۸۱ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد ۱۰ ص ۹۸)

(۳۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد چہارم ص ۵۰ باب حد الاکل المیتہ الخ۔)

(۴۔ فروع کافی جلد ۷ ص ۲۴۲ کتاب الحدود)

ترجمہ:

اسحاق بن عمار نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا۔ جو شخص مردار، خون اور خنزیر کا گوشت کھائے اس کی سزا کیا ہے؟ فرمایا۔ سزا کوئی نہیں۔ صرف سمجھا بجھا دیا جائے۔ چاہے وہ بار بار کھائے۔

کیوں صاحب! اسحاق بن عمار نے ان اشیاء کے کھانے کی امام سے "ادب کے ساتھ" اجازت لے دی۔ اور زرارہ جی نے سور کی کھال میں پانی پینے کا راستہ دکھا دیا۔ خنزیر کے گوشت کو بریاں کر کے کباب بنا کر "اور خون" کی چٹنی سے لطف اندوز ہوں۔ اور "مال مفت دل بے رحم" کا خوب فائدہ اٹھائیں۔ اللہ تعالیٰ نے سچ ہی فرمایا ہے۔ الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات الخ۔ فلعتبروا یا اولی الابصار۔

marfat.com

اعتراض نمبر ۶۵

مختلف حرام جانوروں کی تحلیل

رحمة الامه:

عن ابن عباس اباحة لحوم حمر اهلية۔

(رحمة الامه فی اختلاف الائمه
کتاب الاطعمه)

ترجمه:

ابن عباس کے نزدیک پالتو گدھے بھی حلال ہیں۔ نیز امام مالک کے نزدیک عقاب، باز، شکرا اور شاہین بھی حلال ہیں۔ اور امام شافعی کے نزدیک طوطا، چمگادڑ اور اُلو بھی حلال ہیں۔

جواب:

"رحمۃ الامہ" کے حوالہ سے نجفی نے حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا۔ کہ ان کے نزدیک پالتو گدھا حلال ہے۔ لیکن ائمہ اربعہ میں سے اس کی حلت مطلقہ کا قول کس نے کیا؟ آیئے ہم آپ کو اس کی نشاندہی کیے دیتے ہیں۔

میزان الکبریٰ:

وَمِنْ ذَالِكَ قَوْلُ الْاَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ بِتَحْرِيْمِ اَكْلِ لَحْمِ الْبِغَالِ وَ الْحَمِيْرِ الْاَهْلِيَّةِ مَعَ قَوْلِ مَالِكٍ بِكَرَاهَتِهٖ مُطْلَقًا۔

marfat.com

وَقَالَ مُحَقِّقُوْا اَصْحَابِهٖ اِنَّهٗ حَرَامٌ۔

(میزان الکبریٰ للشعرانی جلد دوم ص۶۲ طبوعہ مصر)

ترجمہ:

اسی وجہ سے تینوں اماموں (ابوحنیفہ، شافعی، احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم نے پالتو گدھے اور خچروں کے گوشت کو حرام قرار دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ امام مالک کا اس بارے میں "مکروہ تحریمی" کا قول ہے۔ اور مالکی فقہ کے محققین نے اسے حرام ہی کہا ہے۔

حضرات ائمہ اہل سنت کا پالتو گدھے کے بارے میں فتویٰ آپ پڑھ چکے ہیں اب ان پر اس کے گوشت کو حلال قرار دینے کا الزام کس قدر بہتان ہے۔ ذرا اس کے ساتھ ساتھ اپنے گھر میں بھی جھانکتے۔ عین ممکن ہے کہ کسی امام نے اس "شریف" مخلوق کے بارے میں کچھ فرمایا ہو۔ لو ہم تمہیں بتاتے ہیں۔

وسائل الشیعہ:

فَقَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْلِهَا لِاَنَّهَا كَانَتْ حَمُوْلَةَ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ وَاِنَّمَا الْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فِى الْقُرْاٰنِ اِلَّا فَلَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِنَانٍ اَنَّ الرِّضَا عَلَيْهِ كَتَبَ اِلَيْهِ فِيْمَا كَتَبَ مِنْ جَوَابِ مَسَائِلِهٖ كُرِهَ اَكْلُ لُحُوْمِ الْبِغَالِ وَالْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ لِحَاجَةِ النَّاسِ اِلٰى ظُهُوْرِهَا وَاسْتِعْمَالِهَا وَالْخَوْفِ مِنْ فَنَائِهَا وَقِلَّتِهَا لَا تُعْذَرُ خَلْقِهَا وَلَا قَذْرِ غِذَائِهَا۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۶ ص ۳۹۲ کتاب الاطعمہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

marfat.com

ترجمہ:

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت کھانے سے منع کر دیا۔ کیونکہ یہ ان دنوں لوگوں کے بوجھ اٹھانے کے کام آتے تھے۔ (لیکن) دراصل حرام وہی جانور ہیں جنہیں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حرام کیا۔ اگر ان کا قرآن میں بطور حرمت ذکر نہیں۔ تو وہ حرام نہیں ہیں۔

محمد بن سنان نے امام رضا سے چند مسائل پوچھے۔ ان میں ایک مسئلہ کا یہ جواب تھا۔ "خچروں اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانا مکروہ اس لیے ہے۔ کہ یہ لوگوں کے بوجھ اٹھانے کے کام آتے ہیں۔ اور استعمال میں آنے والے چار پائے ہیں۔ اور ان کے گوشت کی کراہت صرف اس وجہ سے ہے۔ کہ لوگ انہیں ذبح کر کے کھاتے کھاتے ان کی نسل ہی ختم نہ کر دیں۔ یا ان کی تعداد کم نہ ہو جائے۔ ورنہ ان کی خلقت میں اور ان کی غذا میں کوئی کراہت کی بات نہیں ہے۔

"وسائل الشیعہ" میں پالتو گدھے کا ایک مستقل موضوع ہے۔ جس میں "عدم تحریمھا" صراحت سے موجود ہے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ اہل تشیع کے نزدیک خچر اور پالتو گدھے کا گوشت "حرام" نہیں۔ صرف مکروہ ہے۔ اب نجفی صاحب سے پوچھئے کہ چور کس کے گھر سے نکلا۔ اور کس کی ہنڈیا میں "شریف مخلوق" کا گوشت پک رہا ہے یہی گوشت کھا کر اور "مرغوب چٹنی" کے ساتھ ساتھ سور کی کھال میں پانی ڈال کر پینے سے تو لوگ "حجۃ الاسلام" بن جاتے ہیں۔

نوٹ:

"حقیقت فقہ حنفیہ" میں نجفی نے ان گزشتہ اعتراضات کے بعد "باب المتفرقات" کا عنوان باندھ کر تقریباً ۱۲ الزامات درج کیے۔ ان میں

marfat.com

چند کو چھوڑ کر باقی الزامات کا تعلق فقہ حنفی سے نہیں اور ان میں سے بعض کا تعلق عقائد کے ساتھ تھا۔ ان عقائد سے متعلقہ الزامات کا جواب ہم تحفہ جعفریہ میں دے چکے ہیں۔ اب اس باب کے ان الزامات کا جواب سپرد قلم ہے۔ جو حنفی فقہ سے متعلق ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

marfat.com

اعتراض نمبر ۶۶

کھانے میں مکھی گر جائے تو اسے ڈبو دیں۔

بخاری شریف:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ اذا وقع الذباب فی شراب احدکم فلیغمسہ۔

(بخاری شریف کتاب بدأ الخلق جلد ۲ ص ۱۲)

ترجمہ:

کہ جب کسی کے پینے والی چیز میں مکھی گر جائے۔ اسے چاہیئے کہ وہ اسے غوطہ دے کر نکالے۔

نوٹ:

صرف ڈبونے سے کیا بنے گا تھوڑا سا نچوڑ بھی لیں۔ اور پھر وہ دودھ پائے ابوہریرہ کی روح کو ہدیہ کریں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۴۲)

جواب:

سب سے پہلے گزارش یہ ہے۔ کہ بخاری شریف میں اشیائے نوش میں مکھی پڑنے کے بعد اسے غوطہ دینے کی حکمت بھی مذکور تھی۔ لیکن نجفی نے وہ حکمت ذکر نہ کی۔ اور مذکورہ حکمت زبان نبوت سے بیان ہوئی ہے۔ کیونکہ وہ حکمت ہر شخص اپنے علم سے معلوم نہیں کر سکتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فَاِنَّ فِیْ اِحْدٰی جَنَاحَیْہِ دَاءً وَّفِی الْاُخْرٰی

marfat.com

شفاء ہے غوطہ دے کر اس لیے نکالو۔ کہ مکھی کے ایک پر میں بیماری اور دوسرے میں شفاء ہوتی ہے۔ اب اگر کوئی شخص مکھی پڑنے کے بعد اس پر عمل کرتا ہے تو ابوہریرہ کی بات پر نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کرے گا۔ لہٰذا نجفی کا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ذات کو استہزاء اور مذاق کا نشانہ بنانا در اصل سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے تمسخر کرنا ہے۔ ایک سنی کو یہ کہنا کہ وہ دودھ کہ جس میں مکھی گر گئی۔ غوطہ دے کر نچوڑ کر ابوہریرہ کی روح کو ہدیہ کرو حقیقت میں نجفی نے اس تحریر سے اپنے لیے وہ "ہدیہ" تیار کر لیا ہے۔ جو دوزخیوں کو پیپ اور خون کے عصارہ کی شکل میں اُبال کر پلایا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے کسی صحابی کی کھلے بندوں توہین کرنے والوں کو اگر یہ نہیں ملتا۔ تو پھر اور کس کو ملے گا۔ علاوہ ازیں ان کی کتب میں بھی مکھی کے بارے میں مذکورہ مسئلہ موجود ہے۔ کبھی تو گھر کی خبر بھی لی ہوتی۔

وسائل الشیعہ:

عن ابی عبد الله علیہ السلام قال سألته عن الذباب يقع في الدهن والسمن والطعام فقال لا بأس كل۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۶ ص ۴۶۴ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد ۹ ص ۸۶ فی الذبائح مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے

marfat.com

پوچھا اگر مکھی تیل، گھی یا کسی خوردنی شئی میں گر جائے۔ تو کیا کرنا چاہیئے؟
فرمایا کوئی حرج نہیں۔ کھاؤ۔

اس حوالہ سے معلوم ہوا۔ کہ امام جعفر کے نزدیک مکھی پڑنے کے بعد اشیائے خورد و نوش نجس نہیں ہوتیں۔ بلکہ وہ طیب و حلال ہونے کی وجہ سے کھائی جائیں گی! اور یہی بات سنی فقہ نے کہی۔ پھر دونوں کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا چاہیئے تھا۔ اس پر اگر نجفی اینڈ کمپنی یہ شور مچائیں۔ کہ ہماری کتب میں مکھی گری اشیاء کے طیب ہونے کا ذکر تو ہے۔ لیکن اُسے غوطہ دینے کا کوئی حکم نہیں لہٰذا مجھے غوطہ دینے پر اعتراض ہے۔ تو اس سلسلہ میں ہم یہ کہیں گے۔ کہ جب مکھی گر ہی گئی۔ تو اس کو غوطہ دو یا نہ دو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر نجس ہے۔ تو جتنی ڈوبی وہ ناپاک کر دے گی۔ اور اگر نجس نہیں۔ تو خواہ ساری غوطہ کھا گئی۔ فرق نہیں پڑے گا۔ اسے ہر عقل مند (نجفی کے سوا) تسلیم کرے گا۔ اس کے علاوہ ہم سنی اگر اس کو غوطہ دیتے ہیں۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ایسا کرتے ہیں۔ از خود یہ طریقہ ایجاد نہیں کیا۔

اور اگر رجال کشی ص ۱۹۵ کی عبارت کو دیکھا جائے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اہل تشیع نے "غوطہ دینے والے" الفاظ حدیث سے نکال دیئے ہیں۔ کیونکہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم سے بیان کردہ احادیث میں ہمارے شیعوں نے گڑبڑ کر دی ہے۔ لہٰذا جو ہماری بات اور حدیث تم قرآن و سنت مصطفٰے کے موافق و مطابق پاؤ۔ اس پر عمل کرو۔ دوسری کو چھوڑ دو۔

"وسائل الشیعہ" میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا جو جواب اور سائل کا سوال ذکر کیا گیا۔ اس میں تو سرے سے مکھی نکال کر تیل گھی اور دیگر اشیاء کے کھانے کا حکم ہی نہیں۔ جتنی عبارت ہے۔ اس سے یہی پتہ چلتا ہے۔ کہ مکھی

marfat.com

کھا جاؤ۔ ایک غیر جانب دار سے پوچھئے۔ کہ جس سنی نے مکھی کو غوطہ دے کر نکال باہر پھینکا۔ اور پھر اس پانی وغیرہ کو پیا۔ ایک طرف یہ اور دوسری طرف شیعہ مکھی سمیت سب کچھ کھا گیا۔ دونوں میں قابل اعتراض بات کون سی ہے۔؟

لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا مذاق، ابو ہریرہ صحابیٔ رسول کی گستاخی اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے تمسخر کوئی گھٹیا سے گھٹیا مسلمان بھی نہیں کر سکتا۔ لیکن ہمت ہے۔ نجفی کی کہ کسی سے باز نہ آیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

marfat.com

اعتراض نمبر ۶

بسم اللہ شریف سورۃ فاتحہ کی جزء ہے

حقیقت فقہ حنفیہ : میزان الکبریٰ

سُنی فقہ میں ہے۔ ان البسملة ليست من الفاتحة عند ابی حنیفة۔

(میزان الکبریٰ جلد اول ص ۱۵۳)

(حقیقت فقہ حنفیہ)

ترجمہ:

کہ بسم اللہ قرآن پاک کی سورہ فاتحہ کی جزنہیں ہے۔ اس لیے اس کا نماز میں پڑھنا واجب نہیں ہے۔

جواب:

"میزان الکبریٰ" سے جو حوالہ درج کیا گیا۔ واقعی امام اعظم رضی اللہ عنہ بسم اللہ کو الفاتحہ کی آیت شمار نہیں کرتے۔ لیکن بات یہیں ختم نہیں ہوتی۔ بلکہ صاحب میزان الکبریٰ نے اس کی وجہ بیان فرمائی۔ نجفی وہ ہڑپ کر گیا۔ کیونکہ اگر وہ وجہ لکھ دی جاتی۔ تو پھر دال گلنا مشکل ہو جاتی۔ بسم اللہ کے بارے میں اختلاف ائمہ نقل کرتے ہوئے صاحب میزان نے لکھا ہے۔

حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

marfat.com

میزان الکبریٰ:

فَقَدْ وَرَدَ أَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُهَا مَعَ الْفَاتِحَةِ تَارَةً وَيَتْرُكُهَا تَارَةً أُخْرَى فَأَخَذَ كُلُّ مُجْتَهِدٍ بِمَا بَلَغَهُ مِنْ إِحْدَى الْحَالَتَيْنِ۔

(میزان الکبریٰ جلد اول ص ۱۴۱
مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بسم اللہ کے بارے میں دو قسم کی روایات آئی ہیں۔ایک یہ کہ آپ فاتحہ کے ساتھ ملا کر اسے پڑھتے تھے اور دوسری یہ کہ فاتحہ بغیر اس کے پڑھتے تھے۔لہٰذا ہر مجتہد نے ان دونوں حالتوں میں سے جو اس کو مضبوط نظر آئی۔اس پر عمل کیا۔
"میزان الکبریٰ" نے جو وجہ بیان کی۔ہر صاحب عقل اس کے مطابق یہی کہے گا۔کہ بسم اللہ کو فاتحہ کی جزء بنانا یا نہ بنانا کسی کا ذاتی معاملہ نہیں ہے۔بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر عمل ہے۔

marfat.com

اعتراض نمبر ۶۸

ولدالزنا (حرامی) کے پیچھے نماز جائز ہے

حقیقت فقہ حنفیہ: میزان الکبریٰ

سنی فقہ میں ولدالزنا (حرامی) کے پیچھے نماز پڑھنا اور ہر قسم کے فاسق و فاجر کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام حجاج بن یوسف کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے ہیں۔ حالانکہ یہ ایک لاکھ بیس ہزار صحابہ اور تابعین کا قاتل ہے۔

(میزان الکبریٰ جلد اول ص ۱۹۲ باب صلوٰۃ الجماعۃ)

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۴۳)

جواب:

"سنی فقہ" پر حرامی اور فاسق و فاجر کے امام بنانے کے متعلق نجفی کو اعتراض ہے۔ لیکن اپنی فقہ "فقہ جعفریہ" کو کیا کہے گا؟ کیونکہ یہ مسئلہ ان کی فقہ میں بھی موجود ہے۔ بلکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قول اور عمل دونوں اس کے ثبوت میں موجود ہیں آپ کا قول یوں مذکور ہے۔

نہج البلاغہ:

وَاَنَّهُ لَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ اَمِيْرٍ بَرٍّ اَوْ فَاجِرٍ۔

(نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۴۰

ص ۸۲ چھوٹا سائز بیروت)

marfat.com

ترجمہ:

لوگوں کا کوئی نہ کوئی امام ضرور ہونا چاہیئے۔ چاہے وہ نیک ہو یا فاجر یہ تھا حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کا قول جو سلسلہ امامت کی بنیاد ہے اور انہی سے عملی طور پر یوں گواہی موجود ہے۔ کہ آپ نے خلفائے ثلاثہ کے دور خلافت میں ان کی امامت میں نماز ادا کی۔ اور نجفی اینڈ کمپنی کے عقائد کے مطابق خلفائے ثلاثہ فاسق و فاجر تھے۔ (معاذ اللہ) اسی طرح حسنین نے مروان کی اقتداء میں نماز کیوں ادا کی۔ اور یہ بھی عقائد شیعہ کے مطابق فاسق و فاجر تھے۔ اور اس امر کی گواہی موجود ہے۔ کہ ان ائمہ نے ان حضرات کے پیچھے نمازیں پڑھ کر دوبارہ لوٹائی نہیں۔ تاکہ یہ بہانہ بنایا جائے۔ کہ وہ تقیہ کرتے رہے۔ اور اپنی نماز بعد میں ادا کرتے رہے۔ ملا باقر مجلسی نے اس کی وضاحت و صراحت کی ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

بحار الانوار

عن موسیٰ بن جعفر عن ابیہ قَالَ کَانَ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ یُصَلِّیَانِ خَلْفَ مَرْوَانَ بْنِ الْحَکَمِ فَقَالُوْا لِاَحَدِ هِمَا مَا کَانَ اَبُوْکَ یُصَلِّیْ اِذَا رَجَعَ اِلَی الْبَیْتِ فَقَالَ وَاللّٰہِ مَا کَانَ یَزِیْدُ عَلٰی صَلٰوۃٍ۔

(بحار الانوار جلد دھم صفحہ قلمی ۱۰۱ مطبوعہ ایران طبع قدیم)

ترجمہ:

موسیٰ بن جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت حسنین

marfat.com

کریمین رضی اللہ عنہما مروان بن الحکم کے پیچھے نمازیں پڑھا کرتے تھے
لوگوں نے ان میں سے ایک سے پوچھا۔ کیا آپ کے والد گرامی گھر
واپس آکر نماز لوٹایا کرتے تھے۔ کہنے لگے۔ خدا کی قسم! وہ ایک مرتبہ
نماز پڑھ کر دوبارہ لوٹایا نہیں کرتے تھے۔ (یعنی اسی نماز پر اکتفاد
کرتے تھے جو امام کے پیچھے پڑھتے)

اسی طرح قرب الاسناد ص ۱۰۴ پر موجود ہے۔ کہ زین العابدین نے بتلایا
کہ جب علی المرتضٰی کی بیٹی ام کلثوم کا انتقال ہوا۔ تو اس وقت مدینہ کا گورنر مروان
بن الحکم ان کی نماز جنازہ کے لیے آگے بڑھا۔ تو یہ دیکھ کر امام حسین رضی اللہ عنہ نے
فرمایا۔ لَوْلَا السُّنَّةُ مَا تَرَكْتُهُ يُصَلِّي عَلَيْهَا۔ اگر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ
والسلام سے یہ طریقہ مروی نہ ہوتا۔ (کہ جنازہ امیر وقت پڑھاتے۔) تو اے مروان
میں تجھے اپنی ہمشیرہ کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے اجازت نہ دیتا۔

حضرات ائمہ اہل بیت کے قول و عمل سے فاسق و فاجر کی اقتداء کا ثبوت
موجود ہے۔ تو ان کے ان ارشادات پر نجفی کیا کہے گا۔؟ ان حضرات نے نمازیں
پڑھیں۔ لیکن کسی نے ان نمازوں کے بارے میں "کراہت" کا قول بھی نہیں کیا۔ اس
کے ساتھ یہ مسئلہ موجود ہے۔ میزان الکبریٰ کا حوالہ ملاحظہ کیجئے۔

میزان الکبریٰ:

وَمِنْ ذَالِكَ قَوْلُ الْأَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ بِكَرَاهِيَةِ
إِمَامَةِ مَنْ لَمْ يُعْرَفْ أَبُوْهُ مَعَ قَوْلِ أَحْمَدَ
بِعَدَمِ الْكَرَاهِيَةِ...... وَمِنْ ذَالِكَ قَوْلُ أَبِي
حَنِيْفَةَ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَأَحَدُ
رِوَايَتَيْهِ بِصِحَّةِ إِمَامَةِ الْفَاسِقِ مَعَ

marfat.com

الْكَرَاهِيَةِ مَعَ قَوْلِ مَالِكٍ وَاَحْمَدَ فِي اَشْهَرِ رِوَايَتِهِ اَنَّهَا لَا تَصِحُّ اِنْ كَانَ فِسْقُهُ بِلَا تَاوِيلٍ وَيُعِيدُ مَنْ صَلّٰى خَلْفَهُ الصَّلٰوةَ۔

(میزان الکبریٰ جلد ۱ ص ۱۷۰ مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

امام احمد کے سوا باقی تینوں ائمہ کا قول ہے۔ کہ حرامی کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ امام احمد اسے مکروہ نہیں کہتے۔ اور فاسق کے بارے میں بس امام ابوحنیفہ، شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہم کے نزدیک فاسق کی اقتداء کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ امام مالک اور امام احمد کے ایک قول کے مطابق جو زیادہ مشہور ہے۔ فاسق کے پیچھے نماز صحیح نہیں۔ لیکن یہ اس وقت ہے۔ جبکہ اس کا فسق تاویل کے بغیر ہو۔ اور فرماتے ہیں۔ جس نے ایسے کے پیچھے نماز پڑھی۔ وہ اس نماز کا اعادہ کرے۔ اس عبارت کو دیکھ کر ہر صاحب انصاف یہی کہے گا۔ کہ تحفہ کا سنی فقہ پر اعتراض لغو اور دھوکہ دہی ہے۔ ورنہ حقیقت میں یہ اعتراض تو فقہ جعفریہ پر ہوتا ہے۔ جس میں ان کی امامت بلا کراہت موجود ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

marfat.com

اعتراض نمبر ۶۹

ظہر و عصر مغرب و عشاء ملا کر پڑھنا جائز ہے

میزان الکبریٰ:

سنی فقہ میں ظہر اور عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ملا کر پڑھنا جائز ہیں اور یہ حکم عوام الناس کے لیے ہے۔ ملا نے ملا کر نہ پڑھیں۔
(میزان الکبرای ص ۱۸۲ جلد اول باب صلوۃ المسافر)
(حقیقت فقہ حنفیہ)

جواب:

جیسا کہ گزشتہ اوراق میں ہم متعدد بار کہہ چکے ہیں۔ کہ نجفی نے اپنی کتاب کے نام "حقیقت فقہ حنفیہ" کی لاج بھی نہ رکھی۔ عقل کے اندھے نے جو شافعی فقہ کا مسئلہ تھا وہ بھی اس میں درج کر دیا۔ اور مالکی و حنبلی فقہ کے مسائل بھی اس میں ذکر کر دیئے۔ ان ہی مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے۔ فقہ حنفیہ میں ظہر و عصر کو اکٹھا کرنے اور مغرب و عشاء کو جمع کرنے کی ایک صورت جائز اور دوسری ناجائز ہے۔ جائز یہ کہ ظہر کو آخری وقت میں ادا کیا جائے۔ اور اس کے ساتھ ابتدائی وقت میں عصر پڑھ لی جائے۔ اسی طرح مغرب اور عشاء کا جمع کرنا ہے۔ یہ بوقتِ ضرورت جائز ہے۔ لیکن دوسری صورت کہ ظہر کے وقت میں عصر کو اور مغرب کے وقت میں عشاء کو ادا کیا جائے۔ تو یہ صورت صرف عرفات و مزدلفہ میں اور وہ بھی چند شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ اس کے علاوہ کہیں اور کسی وقت بھی جائز نہیں۔ میزان الکبری

کا جو حوالہ نجمی نے دیا ہے۔ اس کی مکمل عبارت خود اس من گھڑت اعتراض کی بیخ کنی کر دیتی ہے۔ اُس نے اسی لیے اُسے ذکر ہی نہ کیا۔

میزان الکبریٰ:

وَمِنْ ذَالِكَ قَوْلُ الْاَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ بِجَوَازِ الْجَمْعِ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ تَقْدِيمًا وَ تَاخِيْرًا مَعَ قَوْلِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اَنَّهُ لَا يَجُوْزُ الْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ بِعُذْرِ السَّفَرِ بِحَالٍ اِلَّا فِيْ عَرَفَةَ وَمُزْدَلِفَةَ .... وَمِنْ ذَالِكَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَ اَحْمَدَ بِعَدَمِ جَوَازِ الْجَمْعِ بِالْمَطَرِ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ تَقْدِيمًا وَ تَاخِيْرًا۔

(میزان الکبریٰ جلد اوّل ص ۱۸۳ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

اسی سے تینوں ائمہ (مالک، شافعی، حنبل) کا قول ہے۔ کہ ظہر اور عصر کو ظہر کے وقت میں اور مغرب اور عشاء کو عشاء کے وقت میں اکٹھا کرنا جائز ہے۔ اور اس کے ساتھ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے۔ کہ سفر کی وجہ سے دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا ماسوائے عرفات اور مزدلفہ میں قطعاً جائز نہیں ہے۔ اور اسی سے امام اعظم اور امام احمد کا قول ہے۔ کہ ظہر و عصر کو مقدم اور مؤخر کر کے اکٹھا کرنا بارش کے عذر کی بنا پر یہ بھی ہرگز جائز نہیں ہے۔

"میزان الکبریٰ" کی پوری عبارت نے "فقہ حنفیہ" میں جمع بین الصلوٰتین کے

marfat.com

مسئلہ کو صراحتہً بیان کر دیا۔ کہ یہ جواز چند شرائط کے ساتھ صرف مزدلفہ اور عرفات میں ہے اس کے علاوہ ہرگز نہیں۔ تو جب حنفی ایسی جمع کے قائل ہی نہیں۔ بلکہ اس کے منکر و منافی ہیں۔ تو پھر نجفی کا "حقیقت فقہ حنفیہ" میں اس اعتراض کو ذکر کرنا بالکل عبث اور دھوکہ دہی ہے۔ چونکہ دوسرے ائمہ اہل سنت کے ہاں اس جمع کی اجازت ہے۔ اس لیے حنفی فقہ کو چھوڑ کر "سنی فقہ" کا عنوان باندھا گیا۔ چلو ایک سنی ہونے کے اعتبار سے جمع بین الصلواتین پر "شیعہ" اعتراض کر رہا ہے۔ اس بات کو سبھی جانتے ہیں۔ کہ اعتراض اسی وقت وزن رکھتا ہے۔ کہ خود معترض اس کا قائل نہ ہو۔ گویا نجفی یوں کہنا چاہتا ہے۔ کہ ارے! دیکھو۔ سنی لوگ دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھتے ہیں۔ حالانکہ ہر نماز کا وقت مقرر ہے۔ اور ہم اہل تشیع ہر نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنے کے قائل ہیں۔ تو آیئے ذرا اس ڈھول کا پول بھی کھل جائے۔

وسائل الشیعہ:

عن زرارۃ عن ابی جعفر علیہ السلام قَالَ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ دَخَلَ الْوَقْتَانِ الظُّهْرُ وَالْعَصْرُ فَاِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ دَخَلَ الْوَقْتَانِ الْمَغْرِبُ وَالْعِشَاءُ الْاٰخِرَۃُ۔

(وسائل الشیعہ جلد سوم ص ۹۱ کتاب الصلوٰۃ الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام باقر رضی اللہ عنہ سے زرارہ روایت کرتا ہے۔ کہ امام نے فرمایا۔ جب سورج دوپہر سے ڈھل جائے تو دو وقت یعنی ظہر و عصر کے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ پھر جب سورج ڈوب جائے۔ تو مغرب

marfat.com

اور عشاء دونوں کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

گویا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے نزدیک نمازیں پانچ ہی ہیں لیکن ان کے اوقات مقررہ صرف تین ہیں۔ اس طرح ثابت ہوا۔ کہ ظہر اور عصر کا وقت ایک ہی ہے اور مغرب اور عشاء کا وقت ادا ایک ہی ہے۔ جب وقت دو نمازوں کا ایک ہے تو یہ خود بخود جمع کر کے ہی ادا ہوں گی۔ یہاں جمع کرنے یا نہ کرنے کا اپنا اختیار رہے ہی نہیں۔ اب بتلائیے۔ کہ سنیوں نے دو نمازوں کو اکٹھا کرنے کا جو قول کیا ہے اس میں یہ بات، ہرگز نہیں۔ کہ ان دونوں کا وقت بھی ایک ہی ہے۔ بلکہ سنی ہر نماز کا مستقل اور مقرر وقت مانتے ہیں۔ ایک طرف یہ اور دوسری طرف "فقہ جعفریہ" کا دو نمازوں کا اکٹھا کرنا ہے۔ جس میں علیحدہ ادا کرنا ناممکن ہے۔ اب دو نمازوں کو اکٹھا کرنے کا اعتراض کس پر ہوتا ہے۔ اور نجفی اسے دھوکہ دینے کے لیے کس طرف لے جا رہا تھا۔

یاد رہے۔ کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی طرف دو نمازوں کا ایک ہی وقت میں ہونے کا قول کسی "محب اہل بیت" نے ہی حق محبت ادا کرتے ہوئے منسوب کیا۔ کہتے ہیں کہ محبت اور عداوت میں سب کچھ جائز ہوتا ہے۔ ورنہ خود امام باقر رضی اللہ عنہ تو قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے خلاف کبھی مسئلہ بیان نہیں فرما سکتے۔ ایسی ہی روایتوں اور حدیثوں کو دیکھ سن کر امام جعفر نے فرمایا تھا۔ کہ ہمارے چاہنے والوں نے ہماری ہی باتوں کا حلیہ بگاڑ دیا ہے۔ اس لیے ایسے لعینوں کی بات نہ ماننا۔ بلکہ جو روایت قرآن و حدیث کے مطابق ملے۔ وہ ہی ہماری ہے۔ اس مسئلہ پر قرآن کہتا ہے۔ ان الصلوۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا۔ بے شک نماز مومنوں پر مقررہ اوقات پر فرض کی گئی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جبریل امین نے ہر نماز کا اول و آخر وقت عملی طور پر بتایا تھا

marfat.com

جب قرآن و عمل مصطفےٰ یہ ہے۔ تو امام باقر اس کے خلاف ہرگز نہیں فرما سکتے۔ کہتے ہیں۔ کہ "دروغ گو را حافظہ نہ باشد" یعنی جھوٹے کی یاداشت نہیں ہوتی۔ امام موصوف کی طرف یہ روایت جھوٹی کیسے ثابت ہوئی۔ سنئیے!

وسائل الشیعہ: ترجمہ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ جناب جبرئیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نمازوں کے اوقات لے کر نازل ہوئے زوال شمس کے وقت آئے۔ اور کہا۔ اب نماز ظہر ادا کیجئے۔ پھر جب ہر چیز کا سایہ اس چیز جتنا ہو گیا۔ تو نماز عصر ادا کرنے کا کہا۔ پھر غروب شمس کے بعد آئے۔ اور نماز مغرب پڑھنے کو کہا۔ پھر شفق کے ڈھلنے پر آئے۔ اور عشاء ادا کرنے کا کہا۔ پھر صبح صادق کے وقت حاضر ہو کر نماز صبح پڑھنے کا کہا۔ دوسرے دن پھر حاضر ہوئے جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر بڑھ چکا تھا۔ تو کہا حضور! نماز ظہر ادا کیجئے۔ پھر دو مثل سایہ بڑھنے پر نماز عصر، غروب شمس پر نماز مغرب اور ایک تہائی رات گزارنے پر نماز عشاء ادا کرنے کو کہا اور پھر کچھ روشنی ہو جانے پر نماز فجر پڑھنے کو کہا۔ (جب دو دن کی پانچ نمازیں اس طرح اوقات کے اعتبار سے پڑھا چکے) تو کہنے لگے۔ ان دونوں اوقات کے درمیان ہر نماز کا وقت ہے

(وسائل الشیعہ جلد سوم ص ۱۱۵)

یہ روایت وسائل الشیعہ کے علاوہ تہذیب الاحکام جلد اول ص ۲۰۷۔ اور صافی جلد اول ص ۳ پر بھی موجود ہے۔

marfat.com

روایت بالا اس شخصیت کی ہے۔ جن کی طرف شیعوں نے اپنی فقہ کی نسبت کی ہے اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہرگز اپنے والد اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی ان کے والد گرامی نے کوئی ایسا قول کیا۔ کہ جس سے خود امام جعفر واقف نہ ہوں۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ امام جعفر رضی اللہ عنہ کے ہاں نماز کے وہی اوقات ہیں جو احناف بلکہ تمام اہل سنت کے ہیں۔ اس لیے جہاں کہیں یہ نام نہاد "محبان اہل بیت" دو نمازوں کو ایک وقت میں ادا کرتے دیکھو۔ تو سمجھ لو۔ کہ یہ "جعفری" نہیں۔ خدا بہتر جانتا ہے۔ کون ہیں۔؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

marfat.com

اعتراض نمبر ۱

سنی فقہ میں ہے کہ نماز جنازہ بغیر وضو پڑھنا جائز ہے

میزان الکبریٰ: حقیقت فقہ جعفریہ

سنی فقہ میں ہے۔ کہ ان کے امام شعبی اور محمد بن جریر فرماتے ہیں۔ کہ نماز جنازہ بغیر وضو کے پڑھنا جائز ہے۔ اور یہ حکم علماء کے لیے ہے۔ اور عوام الناس کو چاہیے کہ وہ وضو کر کے نماز جنازہ پڑھیں۔

(میزان الکبریٰ جلد اول ص ۲۲۴) حقیقت فقہ حنفیہ

جواب:

امام شعبی اور محمد بن جریر رحمۃ اللہ علیہما کے قول کو نجفی نے کس چالاکی اور مکاری سے "سنی فقہ" بنا دیا ہے۔ اور پھر کمال بددیانتی سے میزان الکبریٰ کی عبارت کا صرف اتنا حصہ لیا۔ جو اس کے مقصد کے لیے معاون بن سکتا تھا۔ ہم اس وقت مسئلہ مذکورہ پر میزان الکبریٰ کی عبارت درج کرتے ہیں جس سے آپ بھی اس مکاری اور بددیانتی کی تصدیق کیے بغیر نہ رہ سکیں گے۔

میزان الکبریٰ

وَمِنْ ذٰلِكَ قَوْلُ الْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ اَنَّ الطَّهَارَةَ شَرْطٌ فِيْ صِحَّةِ الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ

marfat.com

مَعَ قَوْلِ الشَّعْبِيِّ وَمُحَمَّدِ ابْنِ جَرِيْرٍ الطَّبَرِي
اَنَّهَا تَجُوْزُ بِغَيْرِ طَهَارَةٍ...... وَوَجْهُ الْاَوَّلِ
اَنَّهَا صَلٰوةٌ عَلٰى كُلِّ حَالٍ وَقَدْ قَالَ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلٰوةَ اَحَدِكُمْ
اِذَا اَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّاَ وَفِيْ حَدِيْثٍ اٰخَرَ
لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلٰوةً بِغَيْرِ طَهُوْرٍ فَشَمَلَ
صَلٰوةَ الْجَنَازَةِ وَمَا فِيْ مَعْنَاهَا سَجْدَةُ
التِّلَاوَةِ وَالشُّكْرِ۔

(میزان الکبریٰ الجزء الاول ص۲۰۶
مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

اس سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ چاروں ائمہ اس بات پر متفق ہیں۔ کہ نماز جنازہ تبھی صحیح ہوگی۔ جب باوضو پڑھی جائے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ امام شعبی اور محمد بن جریر طبری کا قول ہے۔ کہ نماز جنازہ طہارت کے بغیر بھی جائز ہے۔..... ائمہ اربعہ کے اجماعی قول کی وجہ یہ ہے۔ کہ نماز جنازہ آخر نماز ہی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے لیے ارشاد فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کی نماز بے وضو ہرگز قبول نہ کرے گا" ایک اور حدیث پاک میں ہے "اللہ تعالیٰ بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں فرماتا"۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات نماز جنازہ کو بھی شامل اور ان عبادات کو بھی جو اس کے حکم میں ہیں۔ مثلاً سجدہ تلاوت و سجدہ شکر۔

marfat.com

"ائمہ اربعہ" کی باتیں ہی "سنی فقہ" کہلاتی ہیں۔ آپ نے حوالا ملاحظہ فرمایا۔ کہ وہ تو نماز جنازہ کے لیے طہارت کو شرط لازم قرار دے رہے ہیں۔ اور صاحب میزان نے ان کے اس اجماعی مسئلہ پر دو عدد ارشاداتِ نبوی بھی ذکر کیے۔ لیکن یہ سب کچھ نجفی گول کر گیا اور امام شعبی و محمد بن جریر کا قول لے لیا۔ کیا انصاف و دیانت اسی کا نام ہے۔ یہ تو تھا ائمہ اربعہ کا متفقہ مسئلہ۔ اب فقہ جعفریہ کی بھی سنیئے۔ وہ کیا کہتی ہے۔

وسائل الشیعہ:

عن یونس ابن یعقوب قَالَ سَأَلْتُ اَبَاعَبْدِاللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الْجَنَازَةِ اُصَلِّيْ عَلَيْهَا عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ فَقَالَ نَعَمْ اِنَّمَا هُوَ تَكْبِيْرٌ وَتَسْبِيْحٌ وَتَحْمِيْدٌ وَتَهْلِيْلٌ كَمَا تُكَبِّرُ وَتُسَبِّحُ فِيْ بَيْتِكَ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ۔

(وسائل الشیعہ جلد دوم ص ۷۹۹، باب جواز الصلوٰۃ علی الجنازۃ بغیر طہارۃ الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد دوم ص ۱۰۷ باب فی الصلوٰۃ علی المیت۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(فروع کافی جلد اول ص ۱۷۸ کتاب الجنائز باب من یصلی علی الجنازۃ و ھو علی غیر وضوء مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: یونس بن یعقوب کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی

سے پوچھا۔ کہ نماز جنازہ بغیر وضو کے میں پڑھ سکتا ہوں۔ فرمایا کیوں نہیں وہ تکبیر، تسبیح، تحمید اور تہلیل ہی تو ہے۔ جیسا تو گھر میں بغیر وضو تکبیر و تسبیح کر لیتا ہے۔ ویسا یہ بھی جائز ہے۔

نوٹ:

فروع کافی کے مذکورہ حوالہ پر حاشیہ میں لکھا ہوا ہے۔ اَجْمَعَ عُلَمَاءُنَا عَلٰی عَدَمِ شَرْطِ هٰذِهِ الصَّلٰوةِ بِالطَّهَارَةِ۔ ہمارے تمام علماء کا اس امر پر اتفاق ہے۔ کہ نماز جنازہ کے لیے طہارت شرط نہیں ہے۔ اس تصریح سے ثابت ہوا۔ کہ "فقہ جعفریہ" میں نماز جنازہ بغیر وضو پڑھنا جائز ہے لیکن نجفی غلطی سے اِسے "سنی فقہ" سمجھ بیٹھا۔ قارئین کرام! اس طرح نماز جنازہ بغیر وضو پڑھنے پر اعتراض کر کے نجفی نے دراصل "فقہ جعفریہ" کو مورد الزام ٹھہرایا۔ حالانکہ اسے اپنی فقہ کا ممنون ہونا چاہیے تھا۔ کہ کسی شیعہ کے دفن کرتے وقت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے وضو سے جان چھڑا دی۔ ہم کہتے ہیں۔ امام صاحب نے دُور کی سوچی تھی۔ کہ آخر جنازہ پڑھنے والے مردے کی بخشش کا اللہ تعالیٰ سے سوال کریں گے۔ لہٰذا ایسے شخص کی بخشش کے لیے باوضو ہونا ضروری نہیں۔ جس کی زندگی صحابہ کرام کو برا بھلا کہتے گزری۔ اسے بس بے وضو ادھر اُدھر گڑ بھر کر گڑھے میں پھینک دینا ہی اس کے لیے مناسب ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

marfat.com

اعتراض نمبر ۱

شیعوں کی مخالفت میں انگوٹھی دائیں میں نہیں پہننا چاہیئے۔

الدر المختار: حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنیں الا انہ من شعائر الروافض فیجب التحرز عنہا۔ لیکن چونکہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا شیعہ اور رافضی ہونے کی نشانی ہے۔ اس لیے اس سے پرہیز کرنا واجب ہے
(الدر المختار فصل فی اللبس جلد چہارم صفحہ نمبر ۵۲۔)
(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۴۲)

جواب:

جہاں تک انگوٹھی کا مسئلہ ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں میں پہننا جائز ہے۔ اب اس میں سے دائیں کی نسبت بائیں ہاتھ میں پہننا راجح اور بہتر اس لیے قرار دیا گیا۔ کہ اس طرح مشابہت سے بچا سکتا ہے۔ کسی غیر کی مشابہت سے بچنا اور اس کے شعائر سے اجتناب کرنا "فقہ جعفریہ" میں بھی ہے۔ جیسا کہ گزشتہ کئی ایک سوالات کے جواب میں ہم تحریر کر چکے ہیں۔ یعنی یہ کہ جب شیعہ مجتہدین کے درمیان کسی مسئلہ کے جواز و عدم جواز میں اختلاف ہوا۔ تو بالآخر وہ طرف اختیار کی گئی۔ جو "احناف" کے خلاف ہو۔ اب احناف چونکہ "غیر" ہیں۔ یا سنی چونکہ "غیر" ہیں۔ لہٰذا ان کی مشابہت سے ایک شیعہ ہر ممکن طور پر بچنے کی کوشش کرے گا۔ ان کی نماز، ان کی اذان

marfat.com

ان کا جنازہ، ان کا کلمہ، ان کا قرآن، ان کے امام یہ سب کچھ سنیوں سے جدا ہیں۔ بلکہ ان کا خدا اور ان کا رسول بھی وہ نہیں جو سنیوں کا ہے۔ یہ سب کچھ کیوں؟ لیکن اس کے باوجود اہل تشیع کے پاس کوئی ایک ایسی دلیل نہیں۔ کہ جو مخالفت پر پیش کر سکیں ادھر ہماری حیثیت یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا اپنے امتیوں کو یہود و نصاریٰ کی مخالفت اور ان کے شعائر سے بچنے کی تبلیغ فرمائی۔ لہٰذا ہر سنی یہ کوشش کرتا ہے۔ کہ یہودیوں، عیسائیوں اور ان کے دم چھلوں سے مشابہت نہ رہے۔ اور یہ تاریخی حقیقت ہے۔ (جو تحفہ جعفریہ کی جلد اول میں بیان ہو چکی۔) کہ شیعوں کا خمیر عبداللہ بن سبا یہودی سے اٹھا۔ اس گندی جڑ سے پھوٹنے والا یہ پودا ہرگز ہرگز اس لائق نہیں۔ کہ اس کے شعائر اپنائے جائیں۔ اسی بنا پر انگوٹھی کا مسئلہ بھی علمائے اہل سنت نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

marfat.com

اعتراض نمبر ۷

بکری کا بچہ خنزیر دودھ سے پالا جائے تو وہ حلال ہے

فتاوٰی قاضی خان: حقیقت فقہ حنفیہ:

عن الحسن انہ قال اذ ربی الجدی بلبن الخنزیر لا باس بہ۔

(فتاوٰی قاضی خان کتاب الحظر جلد ۳ ص ۳۴)

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۴۳)

ترجمہ:

حسن بصری کہتا ہے۔ کہ جب بکری کا بچہ خنزیر کے دودھ سے پالا جائے۔ تو وہ حلال ہے۔ اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔

جواب:

یہاں بھی وہی پرانی بددیانتی اور دھوکہ دہی سے کام لیا گیا۔ ورنہ اگر قاضی خان کی پوری عبارت نقل کی ہوتی۔ تو یہ مسئلہ بعینہٖ "فقہ جعفریہ" سے ملتا جلتا مسئلہ تھا۔ کیونکہ ایسا جانور حلال ہے۔ لیکن ایک شرط کے ساتھ مخفی وہ شرط اسی طرح ہڑپ کر گیا۔ جس طرح بکری کا بچہ خنزیرنی کا دودھ پی گیا۔ پہلے فتاوٰی کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

فتاوٰی قاضی خان:

الجدی اذا ربی بلبن الاتان قال ابن المبارک

رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی یَکْرَهُ اَکْلَهٗ قَالَ وَاَخْبَرَنِیْ رَجُلٌ عَنِ الْحَسَنِ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَّهٗ قَالَ اِذَا رَبِیَ الْجَدْیُ بِلَبَنِ الْخِنْزِیْرِ لَا بَاْسَ بِهٖ قَالَ مَعْنَاهُ اِذَا اعْتُلِفَ اَیَّامًا بَعْدَ ذٰلِكَ كَالْجَلَّالَةِ

(فتاویٰ قاضی خان ص ۴۰۴ جلد سوم مطبوعہ بیروت ۔)

ترجمہ:

بکری کا بچہ جب گدھی کے دودھ پر پلے۔ تو ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اس کا کھانا مکروہ کہتے ہیں۔ کہ مجھے ایک شخص نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بتایا۔ کہ انہوں نے فرمایا تھا۔ بکری کا بچہ جب کسی خنزیرنی کے دودھ سے پلے۔ تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ انہوں نے کہا۔ اس کا معنی یہ ہے۔ کہ یہ مسئلہ اس وقت ہے۔ جب اس بچے کو کچھ دنوں تک باندھ کر گھاس ڈالی جائے جیسا کہ وہ جانور جو گندگی کھاتا ہو۔ اس کے بارے میں ہے۔ کہ چند دنوں تک اسے باندھ کر پھر ذبح کر کے کھایا جائے۔

عبارت بالا سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسئلہ مذکورہ میں بکری کا بچہ فوراً ذبح کر کے کھانا مکروہ ہے۔ جبکہ وہ دودھ پیتا ہو۔ ہاں اگر اُسے کچھ دنوں کے لیے یہ دودھ نہ دیا جائے۔ تو چند دنوں کے بعد اس کے گوشت کی کراہت ختم ہو جاتی ہے۔ یہ تھا سنی فقہ یا حنفی فقہ کا مسئلہ۔ اب ذرا فقہ جعفریہ میں اس مسئلہ کے بارے میں کچھ بات ہو جائے۔

وسائل الشیعہ:

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام ان امیرالمومنین

maktabah.org

عَلَيْهِ السَّلَامُ سُئِلَ عَنْ حَمَلٍ غُذِيَ بِلَبَنِ خِنْزِيرٍ فَقَالَ قَيِّدُوهُ وَاعْلِفُوهُ الْكُسْبَ وَالنَّوَى وَالشَّعِيرَ وَالْخُبْزَ إِنْ كَانَ اسْتَغْنَى عَنِ اللَّبَنِ وَإِنْ لَمْ يَكُنِ اسْتَغْنَى عَنِ اللَّبَنِ فَلْيُلْقَى عَلَى ضَرْعِ شَاةٍ سَبْعَةَ أَيَّامٍ ثُمَّ يُؤْكَلُ لَحْمُهُ۔

(وسائل الشیعہ۔ جلد ۱۶ ص ۴۲۰
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا۔ کہ بکری کا وہ بچہ جو خنزیرنی کے دودھ پر پلا ہوا۔ (کیا اس کا کھانا جائز ہے؟) فرمایا۔ اُسے باندھ دو۔ اور اُسے گھاس گٹھلی، جو اور روٹی وغیرہ کھلاؤ۔ لیکن یہ اس وقت ہو گا جب وہ دودھ کو چھوڑ کر ان چیزوں پر گزارہ کر سکتا ہو۔ اور اگر وہ ان اشیاء پر گزارہ نہیں کر سکتا۔ تو پھر ترکیب یہ ہے۔ کہ اُسے خنزیرنی کی بجائے سات دن تک کسی بکری کا دودھ پلایا جائے۔ تو اب ان دونوں کا گوشت حلال ہونے کی وجہ سے کھانا جائز ہو جائے گا۔

دیکھئے یہی مسئلہ جو سنی فقہ میں ہے۔ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور ان سے روایت کرنے والے بھی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو لوگ سنی یا حنفی فقہ سے نبغض کو اس لیے چڑتے ہیں۔ کہ یہ اُسے پسند نہیں۔ لیکن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت سے گریز کس لیے اور اس پر اعتراض کیوں؟ کیا۔ "حجۃ الاسلام"

marfat.com

کا مطلب یہ ہے۔ کہ بس اپنی حجتوں کو چلاؤ۔ کسی امام اور دوسرے عالم کی بات ہرگز نہ مانو۔ حنفیت کی مخالفت میں حضرت علی المرتضٰی ایسی شخصیت کی بات پر بھی اعتراض کر دیا۔ خلاصہ یہ کہ بکری کے بچے کا مذکورہ مسئلہ فقہ حنفیہ اور فقہ جعفریہ کا متفقہ مسئلہ ہے۔ اگر اختلاف ہے۔ تو "نجفی" کو کیونکہ وہ نہ ادھر کا ہے نہ ادھر کا

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

marfat.com

اعتراض نمبر ۳

بعض نجس چیزوں کی حلت

فتاوٰی سراجیہ: حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ بھیڑ کے بچے کہ جن میں روح داخل نہ ہو۔ اور انڈہ جو مردہ مرغی سے نکلے۔ اور اسی طرح دودھ جو مردہ بکری کے پستان سے اور وہ مینگن جو اونٹ یا بکری کی مینگن سے نکلیں۔ ان سب کا کھانا جائز ہے۔ نیز چوہے کی مینگن اگر روٹی کے لقمے میں نظر آئے۔ اور وہ مینگن سخت ہو۔ تو اُسے پھینک دو۔ اور وہ لقمہ کھانا جائز ہے۔

(فتاوٰی سراجیہ کتاب الکراہیہ۔ ص ۷۴)

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۴۴)

جواب:

یہ ایک واضح بات ہے۔ کہ نجس اشیاء کا کھانا درست نہیں ہے۔ ان کے سوا کھانا جائز ہے۔ اگرچہ بعض صورتوں میں کراہت پائی جاتی ہے۔ فتاوٰی سراجیہ سے جن چند جزئیات کا ذکر کر کے فقہ حنفی پر اعتراض کیا گیا ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ ان کی نجاست ثابت کی جاتی۔ اور پھر کہا جاتا۔ کہ دیکھو حنفی نجس اشیاء کا بھی کھانا جائز قرار دیتے ہیں۔ عوام تو اس قسم کی باتوں سے شک میں پڑ سکتے ہیں۔ لیکن جاننے بوجھنے والے نجفی کے اس فریب سے کبھی بھی دھوکہ نہیں کھا سکتے۔ خود نجفی کی من پسند "فقہ" میں بھی اسی قسم بلکہ اس سے بھی زیادہ قابل اعتراض اشیاء کو

marfat.com

جائز قرار دیا گیا ہے۔ ایک دو حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

المبسوط:

إِذَا نُحِرَتِ النَّاقَةُ وَذُبِحَتِ الْبَقَرَةُ أَوِ الشَّاةُ وَكَانَ فِيْ بَطْنِهَا جَنِيْنٌ نُظِرَتْ فَإِنْ خَرَجَ مَيِّتًا فَهُوَ حَلَالٌ۔

(المبسوط جلد ۶ ص ۲۸۲ کتاب الاطعمہ فی ذکاۃ الجنین مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جب اونٹنی، گائے یا بکری ذبح کی جائے۔ اور اس کے پیٹ میں بچہ ہو۔ اگر مردہ نکلے۔ تو وہ حلال ہے۔

وسائل الشیعہ:

عن یونس عنھم علیہ السلام قَالَ سُئِلَ عَنْ حِنْطَةٍ مَجْمُوْعَةٍ ذَابَ عَلَيْهَا شَحْمُ خِنْزِيْرٍ قَالَ إِنْ قَدَرُوْا عَلٰى غَسْلِهَا أُكِلَ وَإِنْ لَمْ يَقْدِرُوْا عَلٰى غَسْلِهَا لَمْ تُؤْكَلْ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۶ کتاب الاطعمہ ص ۴۰۹ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

ائمہ اہل بیت سے یونس روایت کرتا ہے۔ کہ امام سے پوچھا گیا۔ ایسی گندم کا ڈھیر کہ جس پر خنزیر کی چربی پگھلا کر ڈالی گئی ہو۔ کیا اس کا کھانا جائز ہے۔؟ فرمایا۔ اگر اسے دھونے کی قدرت ہو تو

marfat.com

کھالی جائے اور اگر دھونے کی قدرت نہ ہو۔ تو نہ کھائی جائے۔

قارئین کرام! ان دونوں روایتوں سے وہی کچھ ثابت ہو رہا ہے۔ جو ہمیں کو قابل اعتراض نظر آیا تھا۔ فتاویٰ سراجیہ وغیرہ کی تمام جزئیات "فقہ جعفریہ" میں نہیں جچتیں۔ کیونکہ یہ فقہ مختصر ہے۔ بہرحال آپ ان دونوں روایتوں سے اندازہ ضرور لگا سکتے ہیں۔ کہ بات ایک ہی ہے۔ پھر ہم مزید عرض کرتے ہیں۔ کہ اگر بیل وغیرہ کے گوبر سے نکلنے والا گندم کا دانا کھانا ہم اسے مکروہ کہتے ہیں۔ لیکن فقہ جعفریہ کے اصول کے مطابق اس میں کراہت بھی نہیں۔ وہ اس طرح کہ اس فقہ میں جن جانوروں کا گوشت حلال ہے۔ ان کا گوبر وغیرہ سب پاک ہیں۔ یوں سمجھئے۔ کہ فقہ جعفریہ میں گئے۔ بیل کے گوبر سے نکلنے والا گندم کا دانہ ویسے ہی ہے۔ جیسا کسی نے سرسوں کا ساگ پکایا ہو۔ اور اس سے گندم کا دانہ نکل آئے۔ آپ اس گندم کا حال وسائل الشیعہ کے حوالہ سے پڑھ چکے ہیں۔ جس پر خنزیر کی چربی پگھلا کر ڈالی گئی۔ امام کہتے ہیں۔ اسے دھو کر کھاؤ۔ حالانکہ سور اور اس کی ہر چیز نجس العین ہے۔ اس مقام پر ہر شخص یہی کہے گا۔ کہ فقہ حنفی کہیں بہتر ہے۔ اور اس میں انسانی زندگی کے تمام مسائل کا بہترین حل پیش کیا گیا ہے۔ شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

☆

marfat.com

اعتراض نمبر ۴

سنی فقہ میں گھوڑے کی حلّت

بخاری شریف: حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ اسماء ابوبکر کی بیٹی کہتی ہے۔ کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گھوڑا حلال کر کے کھایا تھا۔

(بخاری شریف کتاب الذبائح باب النحر والذبح ص)

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۴۴)

جواب:

معلوم ہوتا ہے۔ کہ نجفی کو یہ اعتراض اس لیے سوجھا۔ کہ اس کی روایت حضرت ابوبکر صدیق کی بیٹی کر رہی ہیں۔ لہٰذا اصل چور دل میں یہ تھا۔ کہ ابوبکر صدیق اور ان کی اولاد پر کسی نہ کسی طرح غصہ نکالا جائے۔ لہٰذا "سنی فقہ" کے حوالے سے ایک تیر سے دو شکار کرنے کی کوشش کی گئی۔ اگر دل میں یہ چور نہ ہوتا۔ تو پہلے سنی فقہ (حنفی فقہ) میں گھوڑے کے بارے میں تسلی کر لی ہوتی۔ پھر اس پر حاشیہ آرائی کی جاتی۔ فتاوٰی قاضی خان نے اس مسئلہ کو یوں بیان کیا ہے۔

فتاوٰی قاضی خان

وَيُكْرَهُ لَحْمُ الْخَيْلِ فِيْ قَوْلِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى خِلَافًا لِصَاحِبَيْهِ رحمہما اللہ تعالیٰ

marfat.com

وَاخْتَلَفَ الْمَشَایِخُ فِیْ تَفْسِیْرِ الْکَرَاهِیَةِ فِیْ قَوْلِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰی اَلصَّحِیْحُ اَنَّهٗ اَرَادَ بِهٖ التَّحْرِیْمَ۔

(فتاوی قاضی خان جلد سوم ص ۲۹۷ مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق گھوڑوں کا گوشت کھانا مکروہ ہے صاحبین کا اس میں اختلاف ہے ہمشائخ کرام میں اس بارے میں اختلاف ہے۔ کہ امام ابوحنیفہ کے قول میں کراہت سے مراد کونسی کراہت ہے اس بارے میں صحیح یہ ہے۔ کہ آپ کی اس سے مراد مکروہ تحریمہ ہے،

"فقہ حنفی" میں گھوڑے کے گوشت کو مکروہ تحریمہ کہا گیا۔ لہٰذا ہم پر اس کے گوشت کے حلال کرنے کا الزام بے وقوفی ہے۔ رہا یہ مسئلہ کہ حدیث پاک میں تو اس کے کھانے کا ذکر موجود ہے۔ اور حنفی اسے مکروہ کہہ رہے ہیں۔ تو اس کا سیدھا سا جواب ہے۔ کہ یہ واقعہ منع سے پہلے کا ہے۔ ہاں! گھوڑے کے گوشت کے بارے میں اگر اعتراض اس وجہ سے تھا۔ کہ اس کی روایت حضرت اسماء بنت ابی بکر کر رہی ہیں۔ تو یہ خواہ مخواہ نجفی اینڈ کمپنی کے پیٹ میں درد کی وجہ بن گیا حالانکہ ایسی ہی روایت حضرت علی المرتضیٰ سے بھی ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ

عن زید بن علی عن آبائہ عن علی علیہ السلام قَالَ اَتَیْتُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

marfat.com

رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ فَاِذَا فَرَسٌ لَهُ يَكِيدُ بِنَفْسِهٖ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْحَرْهُ يُضَعَّفُ لَكَ بِهٖ اَجْرَانِ بِنَحْرِكَ اِيَّاهُ وَاحْتِسَابِكَ لَهٗ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَيَّ مِنْهُ شَيْءٌ قَالَ نَعَمْ كُلْ وَاَطْعِمْنِيْ قَالَ فَاَهْدٰى لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ فَخِذًا مِنْهُ فَاَكَلَ مِنْهُ وَاَطْعَمَنِيْ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۶ ص ۳۹۴ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(تہذیب الاحکام جلد ۹ صفحہ نمبر ۴۸)

ترجمہ:

حضرت زید بن علی اپنے آباؤ اجداد کے واسطے سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ کہ حضرت علی نے فرمایا۔ میں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری شخص کے گھر آئے۔ وہ اپنے گھوڑے کو کسی بہانے سے پکڑ رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے ذبح کر دو۔ دوگنا ثواب ملے گا۔ ایک ثواب ذبح کرنے کا اور دوسرا اس کے احتساب کا۔ وہ کہنے لگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم! اس میں سے مجھے بھی کچھ ملے گا۔ فرمایا ہاں۔ تو بھی کھا۔ اور مجھے بھی کھلا۔ اس نے ذبح کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی ران ہدیہ میں دی۔ آپ نے اس سے تناول فرمایا۔ اور مجھے (علی) بھی کچھ کھانے کو عطا فرمایا۔

marfat.com

اب وہی اعتراض جو گھوڑے کے گوشت کو حلال سمجھنے کا فقہ حنفیہ پر تھا پلٹ کر فقہ جعفریہ پر آن پڑا۔ سارے سنیوں اور جاہل شیعوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی تھی۔ کہ دیکھو سنی گھوڑا کھاتے ہیں۔ حالانکہ ہم تو اسے مکروہ تحریمی کہتے ہیں۔ لیکن بقول شیعوں کے نکلا یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کھایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھلایا اس لیے گھوڑا کھانا فقہ جعفریہ میں موجود ہے۔ اس کی کوئی کراہت نہیں ہونی چاہیے۔ لہٰذا بابا جی (بناوٹی ذوالجناح) جب بیمار پڑ جائیں۔ اور عالم نزع طاری ہو تو اس کے نام لیواؤں کو خوشی کرنی چاہیے۔ کہ اب دوگنا ثواب حاصل کرنے کا موقعہ آ رہا ہے۔ جب عام گھوڑے کا گوشت حلال وطیب ہے۔ تو اس پہ بلائے! اور نسلی بابا جی کا گوشت ویسے بھی ٹھیک ٹھاک اور دوگنا ثواب کا حامل کیونکر نہ ہوگا۔؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

٭

marfat.com

اعتراض نمبر

حضورؐ کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنا گئے تھے۔

بخاری شریف؛ حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ عمر نے کہا تھا۔ کہ ان اترک فقد ترک من ھو خیر منی۔ کہ اگر میں کسی کو خلیفہ نہ بناؤں تو کیا حرج ہے مجھ سے بہتر نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو خلیفہ نہیں بنایا۔

(بخاری شریف جلد ۱ ص ۱۶، حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۴۶)

جواب:

اعتراض بالا میں معترض نے دو طرح سے بد دیانتی کی ہے۔ ایک یہ کہ حدیث پوری نقل نہ کی۔ اور دوسری اس طرح کہ اس کا ترجمہ من بھاتا کیا۔ بخاری شریف میں موجود پوری حدیث یوں ہے۔

بخاری شریف:

عن عبد اللہ بن عمر قَالَ قِيلَ لِعُمَرَ أَلَا تَسْتَخْلِفُ قَالَ إِنْ أَسْتَخْلِفْ فَقَدِ اسْتَخْلَفَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي أَبُو بَكْرٍ وَإِنْ أَتْرُكْ فَقَدْ تَرَكَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَثْنَوْا عَلَيْهِ

marfat.com

فَقَالَ رَاغِبٌ وَرَاهِبٌ وَدِدْتُّ اَنِّي نَجَوْتُ مِنْهَا كَفَافًا لَا لِي وَلَا عَلَيَّ لَا اَتَحَمَّلُهَا حَيًّا وَلَا مَيِّتًا۔

(بخاری شریف جلد دوم ص ۱۰۷۲)

ترجمہ:

عبداللہ بن عمر کہتے ہیں۔ کہ آخری عمر میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ آپ کسی کو اپنا خلیفہ کیوں نہیں بنا دیتے ؟ فرمایا اگر میں خلیفہ بنا دوں۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ مجھ سے کہیں بہتر شخصیت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق کو اپنا خلیفہ بنا دیا تھا۔ اور اگر خلیفہ نہیں بناتا۔ تو بھی حرج اس لیے نہیں کہ مجھ سے بہتر شخصیت نے یہ کام چھوڑ دیا تھا۔ یکن کہ لوگوں نے آپ کی تعریف کی۔ پھر حضرت عمر نے فرمایا۔ خلافت کے بارے میں دو قسم کے آدمی ہیں۔ کچھ وہ جو اسے چاہتے ہیں۔ اور کچھ دوسرے جو اس سے بھاگتے ہیں۔ لیکن میں چاہتا ہوں۔ کہ خود کو اس بھنور میں نہ پھنساؤں۔ تاکہ فائدہ نقصان سے بچ جاؤں۔ زندگی اور موت کی حالت میں بھی میں اس بوجھ کو اٹھانے کے لیے تیار نہیں ہوں۔

بخاری شریف کی مذکورہ عبارت اور نجفی کا اس میں سے اپنے مطلب کا ٹکڑا لے کر غلط ترجمہ کرنا آپ پر آشکارا ہو چکا ہوگا۔ مقصد حدیث واضح ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر کسی کی خلافت کا اعلان کر دیں تو تب بھی درست اور اگر نہ کریں تو تب بھی روا۔ کیونکہ یہ دونوں باتیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ میں موجود ہیں۔ ابوبکر صدیق کی خلافت حلالی (نائی۔ اور ان کے نام کی تعریف بھی نہیں

فرمائی۔ لیکن نجفی مطلب یہ بیان کرتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا۔ یعنی ابوبکر صدیق کو خلیفہ نہیں بنایا تھا۔ یہ یعنی والا جملہ بخاری شریف کے کن الفاظ کا معنی ہے۔ اور اگر حدیث بالا کا مفہوم یہی ہے۔ تو پھر اس سے بات واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کو بھی خلافت عطا نہیں کی تھی۔ پھر "خلیفہ بلافصل" کا نعرہ کہاں جائے گا؟ ان حالات میں آپ اُن دونوں بدذیانتیوں کو جان چکے ہوں گے۔ جن کا تذکرہ ہم نے کیا ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَااُولِی الْاَبْصَارِ

marfat.com

اعتراض نمبر ۵۷

جوتوں جرابوں اور عمامہ پر مسح کرنا جائز ہے۔

بخاری شریف:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ جوتوں پر جرابوں کا مسح کرنا جائز ہے۔ نیز عمامہ پر بھی مسح کرنا جائز ہے۔

(بخاری شریف کتاب الوضو جلد اول ص ۴۸)

(حقیقت فقہ جعفریہ ص ۵۰)

جواب: بخاری شریف میں اس مسئلہ پر ایک سے زائد روایات ہیں۔ ان روایات کی اصلیت ذکر کرنے سے پہلے ہم اس سلسلہ میں اپنا موقف واضح کر دیتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ جوتوں پر مسح کے احناف قائل نہیں۔ اب یہ نجفی کی ذمہ داری ہے۔ کہ بخاری شریف کے دیئے گئے حوالہ میں جوتوں پر مسح کرنے کا کوئی لفظ دکھائیں۔ بلکہ پوری کتاب الوضو میں اس کی کوئی صراحت نہیں ہے اسی طرح عمامہ پر مسح کو احناف کے نزدیک جائز قرار دینا ایک بہت بڑا فریب ہے۔ رہا یہ مسئلہ کہ مسح تو سر پر ہوتا ہے۔ عمامہ پر کون کرتا ہے۔ تو اس سلسلہ میں گزارش ہے۔ کہ مسح والی روایت دو واسطوں سے مذکور ہے۔ ایک میں اوزاعی نے یحییٰ سے روایت کی ہے۔ اور دوسری میں شیبان نے یحییٰ سے ذکر کیا۔ اول الذکر میں بے احتیاطی ہوگئی۔ واضح طور پر موجود نہیں۔ لیکن دوسری میں واضح طور پر موجود ہے۔ اس لیے ناقدین نے اس بارے میں فرمایا ہے۔ کہ اوزاعی سے روایت کے الفاظ میں بے احتیاطی ہوگئی۔ قال ابن بطال قال الاصیلی ذکر العمامۃ فی ھذا الحدیث من خطاء الاوزاعی یعنی اس حدیث میں "عمامہ" کا لفظ امام اوزاعی نے غلطی سے لکھ دیا۔ لہٰذا عمامہ پر مسح کرنے کو ہم بھی جائز نہیں سمجھتے۔

فلعتبروا یا اولی الابصار

marfat.com

اعتراض نمبر ۶

حالت نماز میں دائیں طرف تھوکنا جائز ہے

بخاری شریف،حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں ہے۔کہ حالت نماز میں دائیں طرف تھوکنا جائز ہے۔

(بخاری شریف جلد دوم ص ۶۵ باب البصاق فی الصلوٰۃ)

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۵۰)

جواب:

الا لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ بخاری شریف میں اول تو اس نام کا باب ہی کوئی نہیں جس کا نجفی نے حوالہ دیا۔ہاں کچھ احادیث میں دائیں کی بجائے بائیں طرف یا قدموں میں تھوکنے کا ذکر ہے۔لوگوں کو متنفر کرنے کے لیے افسانہ یہ بنایا گیا۔کہ سنی حالت نماز میں تھوکنا جائز سمجھتے ہیں اور وہ بھی دائیں طرف حالانکہ دائیں طرف کی ایک حدیث بھی نہیں پیش کی جا سکتی اتنا ضرور ہے کہ بائیں طرف تھوکنے کو ہم جائز کہتے ہیں۔لیکن پھر بھی حقیقت حال کے اعتراض کے برعکس ہے۔وہ یہ کہ بائیں طرف یا قدموں میں تھوکنا فقہ حنفیہ اور فقہ جعفریہ میں متفق علیہ مسئلہ ہے۔لیکن دائیں طرف تھوکنا فقہ جعفریہ اسے جائز اور فقہ حنفیہ ناجائز کہتی ہے۔نجفی کو اگر دائیں طرف تھوکنا واقعی برا لگتا ہے۔تو پھر اس برے مذہب کو چھوڑے۔جس میں یہ جائز ہے۔

لیکن سے چھٹتی نہیں ہے منہ سے کافر لگی ہوئی یہ کب ممکن ہے۔فقہ جعفریہ میں دائیں طرف دوران نماز تھوکنے کا جواز ملاحظہ ہو۔

marfat.com

وسائل الشیعہ:

عن عبد اللہ بن سنان عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قُلتُ لَہُ الرَّجُلُ یَکُونُ فِی المَسجِدِ فِی الصَّلٰوۃِ فَیُرِیدُ اَن یَبزُقَ فَقَالَ عَن یَسَارِہٖ وَاِن کَانَ فِی غَیرِ الصَّلٰوۃِ فَلَا یَبزُقُ عَن یَمِینِہٖ وَیَسَارِہٖ

....

عَن عبید بن زرارۃ قال سمعت اباعبد اللہ علیہ السلام یَقُولُ کَانَ ابوجعفر علیہ السلام یُصَلِّی فِی المَسجِدِ فَیَبصُقُ اَمَامَہٗ وَعَن یَمِینِہٖ وَعَن شِمَالِہٖ وَخَلفِہٖ عَلَی الحصٰی وَلَا یُغَطِّیہِ۔

(وسائل الشیعہ جلد سوم ص ۴۹۸، ۴۹۹ کتاب الصلوٰۃ)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے عبد اللہ بن سنان راوی ہے کہ میں نے امام موصوف سے پوچھا۔ ایک شخص مسجد میں نماز پڑھ رہا ہے اور وہ دوران نماز تھوکنا چاہتا ہے۔ (وہ کیا اور کیسے کرے؟) فرمایا اپنی بائیں طرف تھوک دے۔ اور اگر نماز کے سوا تھوکنا چاہے۔ تو قبلہ کی طرف تھوکنے سے بچے۔ باقی دائیں بائیں جدھر چاہے تھوک دے۔ کوئی حرج نہیں ہے۔

عبید بن زرارہ نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے

marfat.com

تھے۔ کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ مسجد میں دوران نماز اپنے سامنے دائیں، بائیں اور پیچھے پڑی کنکریوں پر تھوک لیا کرتے تھے۔ اور اس پر مٹی وغیرہ ڈال کر چھپایا نہیں کرتے تھے۔

وسائل الشیعہ کی پہلی نقل کردہ روایت میں بائیں طرف تھوکنے کی اجازت ہے۔ اور یہی ہمارے ہاں بھی ہے۔ لہٰذا اس قدر پر دونوں میں اتفاق ہو گیا۔ لیکن دوسری روایت میں دوران نماز دائیں طرف تھوکنے کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ یہی بات فقہ حنفیہ میں کہیں نہ ملے گی۔ اب دائیں طرف تھوکنا اگر قابل اعتراض ہے۔ تو پھر خود اہل تشیع کی فقہ پر اعتراض ہوتا ہے۔ نہ کہ اہل سنت کی فقہ پر۔ یہ تھا وہ دھوکا اور بد دیانتی کہ جس سے نجفی نے کام لیا۔ اور عوام کو مذہب حنفیت سے بیزار کرنے کی کوشش کی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

☆

marfat.com

اعتراض نمبر ۱

اپنی بیوی سے غیر فطری ہم بستری کرنا سنتِ عمر ہے۔

ترمذی شریف: حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ اپنی بیوی سے غیر فطری ہم بستری کرنا سنت عمر ہے۔

(ترمذی شریف کتاب التفسیر پارہ ۲ ص ۱۲۲۔)
(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۵۱)

جواب:

ترمذی شریف کے حوالہ سے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں نجفی نے جو کچھ ذکر کیا۔ وہ انتہائی دروغ گوئی اور بددیانتی ہے ہم پہلے اس کی بددیانتی کا بھانڈا پھوڑتے ہیں۔ اور پھر "فقہ جعفریہ" سے اس مسئلہ پر کچھ حوالہ جات ذکر کریں گے۔ ترمذی شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ روتے روتے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کرنے لگے۔ یارسول اللہ! میں ہلاک ہوگیا۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ کیا ہوا؟ کہنے لگے۔ حولت رحلی اللیلۃ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم چپ رہے۔ پھر اس مسئلہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ نساء کم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم اقبل وادبر واتق الدبر والحیضۃ۔

"وحولت رحلی اللیلۃ" کے وہ الفاظ ہیں۔ جن کا نجفی نے

marfat.com

""غیر فطری ہم بستری کرنا"، معنی کیا ہے۔ آیئے ذرا اس جملہ کے معانی معلوم کریں۔ ان الفاظ پر حاشیہ لکھتے ہوئے یوں تحریر ہے۔

كَنَّى بِرَحْلِهٖ عَنْ زَوْجَتِهٖ اَرَادَ بِهٖ غِشْيَانَهَا فِيْ قُبُلِهَا مِنْ جِهَةِ ظَهْرِهَا۔

ترجمہ:

حضرت عمر بن الخطاب نے لفظ "رحل" سے مراد اپنی بیوی لیا ہے۔ اور اس سے مراد یہ تھی۔ کہ میں نے اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستری کرتے وقت آگے کی طرف سے آنے کی بجائے اس کی پشت کی طرف سے (شرمگاہ میں) خواہش نفس پوری کی۔ چونکہ اپنی بیوی کے ساتھ اس سے قبل اس طرح وطی حضرت عمر نے کبھی نہ کی تھی۔ اس لیے جب ایک نیا کام ہوگیا۔ تو فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "عورتیں تمہاری کھیتی ہیں اپنی کھیتی میں جدھر سے چاہو آؤ۔ گویا اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فعل کو درست اور جائز قرار دے دیا۔ آیت کریمہ کی تفسیر میں ترمذی شریف کے الفاظ پر غور کریں۔ اقبل و ادبر و اتق الدبر و الحیضۃ۔ یعنی عورت کے ساتھ وطی کرتے وقت اس کے آگے کی طرف سے کرو تب بھی جائز اور پشت کی طرف سے مقام مخصوص میں وطی کرو پھر بھی درست ہے لیکن عورت کے مقام پاخانہ میں وطی کرنے سے بچو۔ اور بحالت حیض مقام مخصوص سے بھی احتراز کرو۔

قارئین کرام: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں پورا واقعہ آپ کے

marfat.com

سامنے ہے۔ ازراہِ انصاف بتلایئے۔ کہ کہیں اس میں اپنی بیوی سے "غیر فطری ہم بستری" کرنا،، اس کا کوئی نام و نشان ہے۔ یہ تھی نجفی کی بد دیانتی اور دروغ گوئی اب دوسری بات کی طرف آیئے۔ وہ یہ کہ نجفی کا مذہب "غیر فطری ہم بستری،، کے بارے کیا کہتا ہے سنیئے۔

تفسیر عیاشی:

عن الحسین بن علی بن یقطین قال سألت ابا الحسن عن اتیان الرجل المرأة من خلفها قال احلتها آیۃ فی کتاب اللہ قول لوط هٰؤلاء بناتی هن اطهر لکم و قد علم انهم لیس الفرج یریدون۔

(تفسیر عیاشی جلد دوم ص ۱۵۷، در آیت لو ان لی بکم قوۃ سورۃ الھود پ ۱۲ - مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حسین بن علی نے ابوالحسن سے پوچھا۔ کہ ایک مرد اپنی بیوی کے مقام پاخانہ میں خواہش پوری کرتا ہے۔ تو کیا یہ اس کے لیے جائز ہے؟ فرمایا ہاں۔ قرآن کریم میں حضرت لوط علیہ السلام کا قول اس بارے میں موجود ہے آپ نے قوم سے فرمایا۔،، یہ میری بیٹیاں ہیں۔ وہ تمہارے لیے پاک ہیں،، یہ آپ نے اس قوم کو فرمایا۔ جس کے بارے میں آپ کو علم تھا۔ کہ وہ عورت کی پیشاب کی جگہ خواہش پورا کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔

marfat.com

صاحب تفسیر عیاشی نے اس روایت کو اس استدلال کے طور پر پیش کیا۔ کہ حضرت لوط علیہ السلام کو اپنی قوم کی بدعملی کے بارے میں خوب علم تھا کہ ان فرشتوں کے پاس جو شکل انسانی میں تھے وہ لوگ اس لیے آئے تھے کہ ان کے ساتھ خواہشات نفسانیہ پوری کر سکیں۔ ورنہ ان کی اپنی بیویاں بھی ہوں گی۔ اگر صرف خواہش نفسانی پوری کرنا ہوتی۔ تو اس کا سامان موجود تھا۔ لیکن وہ تو دُبر استعمال کرنے کے عادی تھے۔ اس علم کے ہوتے ہوئے آپ کا یہ پیش کش کرنا کہ یہ میری بیٹیاں ہیں۔ اور تمہیں ان کے ساتھ خواہش نفس پوری کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ تو نتیجہ یہ نکلا۔ کہ حضرت لوط علیہ السلام نکاح کے بعد عورت کے ساتھ لواطت کو درست قرار دے رہے ہیں۔ لہٰذا یہ فعل "اہل تشیع" کے نزدیک ناجائز کیوں ہو۔

یہاں تک تو تھا ثبوت کہ فقہ جعفریہ میں عورت کے مقام پاخانہ میں وطی کرنا ان کے ہاں جائز ہے۔ اس جواز کے دیگر فوائد میں سے کچھ پیش خدمت ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ:

سُئِلَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ علیہ السلام عَنْ الرَّجُلِ یُصِیْبُ الْمَرْاَۃَ فِیْمَا دُوْنَ الْفَرْجِ اَعَلَیْھَا غُسْلٌ اِنْ ھُوَ اَنْزَلَ وَلَمْ تُنْزِلْ ھِیَ قَالَ لَیْسَ عَلَیْھَا غُسْلٌ وَاِنْ لَمْ یُنْزِلْ ھُوَ فَلَیْسَ عَلَیْہِ غُسْلٌ۔

(وسائل الشیعہ جلد اول ص ۴۸۱ مطبوعہ تہران طبع جدید)

marfat.com

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کی شرمگاہ کو چھوڑ کر کسی اور جگہ وطی کرتا ہے۔ (یعنی گانڈ مارتا ہے۔) اس صورت میں اگر مرد خلاص ہو جائے اور عورت کو انزال نہ ہو۔ تو کیا، عورت پر غسل ہے؟ فرمایا۔ اس عورت پر غسل نہیں ہے۔ اور اگر مرد بھی خلاص نہ ہوا۔ تو دونوں پاک صاف ہیں۔ غسل کی ضرورت نہیں ہے۔

وسائل الشیعہ:

عن بعض الکوفیین یرفعہ الی ابی عبداللہ علیہ السلام فِی الرَّجُلِ یَاْتِی الْمَرْاَةَ فِی دُبُرِهَا وَهِیَ صَائِمَةٌ قَالَ لَا یَنْقُضُ صَوْمَهَا وَلَیْسَ عَلَیْهَا غُسْلٌ۔

(وسائل الشیعہ جلد اول ص ۴۸۱ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: ایک کوفی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کرتا ہے۔ کہ آپ ایسے شخص کے بارے میں فرمایا۔ جو روزہ دار عورت کی گانڈ مارتا ہے؟ فرمایا۔ اس طرح کرنے سے اس عورت کا روزہ بھی نہیں ٹوٹے گا اور اس پر غسل بھی واجب نہیں ہے۔

عورت کے ساتھ" وطی فی الدبر" اہل تشیع کا پسندیدہ فعل ہے۔ اس کے جواز پر بہت سے دلائل بھی انہوں نے پیش کیے ہیں۔ بڑے مزے کا مذہب ہے۔ قوم لوط کے فعل سے لطف اندوز بھی ہو لیں۔ اور موسم سرما میں غسل وغیرہ کی تکلیف بھی نہ اٹھانی پڑے۔ اسے کہتے ہیں۔" چپڑیاں اور دو دو"۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

marfat.com

اعتراض نمبر ۷۸

غصبی مال کو کھانا جائز ہے۔

فتاوٰی قاضی خان: حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ غصبی مال کو غاصب جب چبا کر باریک کر دے تو اس کے لیے حلال ہے۔

(فتاوٰی قاضی خان کتاب الحظر جلد دوم ص ۲۲۹۔)

(حقیقت فقہ حنفیہ صفحہ نمبر ۱۵۱)

جواب:

اس اعتراض کا جواب خود فتاوٰی مذکورہ کی عبارت ہی ہے۔ لیکن اس وقت جبکہ وہ مکمل طور پر سامنے آئے۔ پوری عبارت ملاحظہ ہو۔

فتاوٰی قاضی خان:

وَعَنْ ابی بکر الاسکاف رحمہ اللہ تعالیٰ اَنَّہٗ قَالَ اِذَا اَکَلَ عَیْنَ الْغَصْبِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رحمہ اللہ تعالیٰ اَنَّہٗ یَاکُلُ حَلَالاً اَنَّہٗ اِسْتَھْلَکَہٗ بِالْمَضْغِ فَیَصِیْرُ مِلْکًا لَہٗ قَبْلَ الْاِبْتِلَاعِ قَالَ رضی اللہ عنہ وَ یَنْبَغِیْ اَنْ لَّا یُؤْخَذُ بِھٰذَا کَیْ لَا یَتَجَاسَرُ الْغَاصِبُ وَالظَّلَمَۃُ اِلٰی اَکْلِ اَمْوَالِ النَّاسِ وَ فِیْہِ تَرْکُ قَوْلِہٖ تَعَالٰی اِنَّ الَّذِیْنَ یَاکُلُوْنَ

maktabah.com

اَمْوَالَ الْيَتَامٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا۔ وَهٰذَا مُخَالِفٌ ظَاهِرَ مَذْهَبِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَاِنَّ عِنْدَهٗ الْمُسْتَهْلَكُ يَكُوْنُ عَنْ مِلْكِ الْمَالِكِ حَتّٰى لَوْ صَالَحَ مِنَ الْمَغْصُوْبِ عَلٰى اَضْعَافِ قِيْمَتِهٖ بَعْدَ الْاِسْتِهْلَاكِ جَازَ عِنْدَهٗ

(فتاوٰی قاضی خان برحاشیہ فتاوٰی عالمگیری

جلد سوم ص ۲۳۷ تا ۲۳۸ مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

ابوبکر اسکاف سے روایت ہے۔ کہ امام ابوحنیفہ سے روایت ہے۔ کہ جب کوئی شخص غصب کردہ چیز کھا جائے۔ تو اُس نے وہ حلال کھایا کیونکہ جب اُس نے منہ میں ڈال کر چبانا شروع کیا تھا۔ تو وہ چیز اپنی حالت پر باقی نہ رہنے کی وجہ سے اُس کے ہاتھوں ہلاک ہوگئی ہے۔ لہٰذا نگلنے سے قبل وہ چیز اُس غاصب کی ملکیت قرار پائے گی مصنف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ابوبکر کی اس روایت پر عمل نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے غاصب اور ظالم لوگ دوسرے لوگوں کے غصبًا اور ظلمًا مال کھانے میں دلیر ہو جائیں گے۔ اور ایسا ہونے پر اللہ تعالیٰ کے اس قول کا ترک لازم آئے گا ان الذین یاکلون اموال الیتامٰی ظلمًا الخ۔ اور ابوبکر اسکاف کی یہ روایت خود امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ظاہر مذہب کے بھی مخالف ہے۔ کیونکہ آپ کے نزدیک ہلاک کردہ چیز اصلی مالک کی ملکیت میں باقی رہتے ہوئے ہلاک ہوتی ہے۔ اسی لیے

marfat.com

اگر وہ غصب کرنے والے سے ہلاک کر دینے کے بعد کسی گنا قیمت پر صلح کرلیتا ہے۔ تو ایسا کرنا امام صاحب کے نزدیک جائز ہے۔

نجفی نے کمال ڈھٹائی کے ساتھ اول تو فتاوٰی کی پوری عبارت نقل نہ کی۔ تاکہ اس کا کہیں پول نہ کھل جائے۔ اور دوسرا ابو بکر اسکاف کی طرف سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ایک قول پیش کیا۔ جو خود امام صاحب کے ظاہر مسلک کے خلاف ہے۔ بہرحال امام صاحب رضی اللہ عنہ کے ظاہر مسلک کے مطابق غصب کردہ چیز کو کھا جانے والا بری الذمہ نہیں۔ کیونکہ اس نے کسی غیر کی مملوکہ کو ضائع کیا۔ لہٰذا مالک اس کے ساتھ جس قیمت پر بھی صلح کرے۔ وہ اُسے دینا پڑے گی۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَبْصَارِ

نوٹ: چند شیعہ راویوں کی نماز جائز وکالت کا رد

"حقیقت فقہ حنفیہ" میں دو صفحات (۳۹-۴۰) پر اُن کے ایک ایسے شخص کا تذکرہ کیا گیا۔ جسے "ابو بصیر" کہتے ہیں۔ اور اس میں "آثار نبوت" ہویدا تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اہل تشیع کو رجال کشی کی ایک عبارت پیش کی جاتی ہے۔ جس سے "ابو بصیر" گستاخِ امام ثابت ہوتا ہے۔ نجفی نے اپنے موضوع سب ہٹ کر اس سگ گزیدہ ابو بصیر کی صفائی کا ایک باب باندھا ہے۔ اور پھر ایک صفحہ آگے چل کر ایک اور حضرت صاحب "زرارہ" کی صفائی کے پیچھے پڑے۔ جس کی امام وقت نے مٹی پلید کر دی تھی۔ گویا ان دونوں پر کئے گئے اعتراضات کا جواب دیا جا رہا ہے اسی کے ساتھ "فورہ والی روایت کی صفائی" اور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے حنفی نہ ہونے کی بحث بھی نجفی نے ذکر کی ہے۔ جہاں تک "فقہ حنفی" پر اعتراضات کا معاملہ تھا۔ ہم اس سے بعون اللہ فارغ ہو چکے ہیں۔ یہ "صفائیاں" درمیان میں سے

marfat.com

ہم نے چھوڑ دیں۔ لیکن برخوردار نام اور محمد اکرم شاکر کروڑی وغیرہ کے اصرار پر ان پر بھی کچھ لکھا جا رہا ہے۔ تاکہ معلوم ہو جائے۔ کہ کیا نجفی نے واقعی ان کی "صفائی" کر دی ہے؟

بحث اول

"ابو بصیر کی صفائی کہاں تک ہوئی؟"

حقیقت فقہ حنفیہ:

لکھ اور تونسوی نے رجال کشی سے نقل کیا ہے۔ کہ ابوبصیر نے امام کی شان میں ایک جسارت کی تو ایک کتا آیا اور اس کے منہ میں پیشاب کر گیا۔

جواب:

بالکل درست ہے۔ اگر کوئی امام کی شان میں گستاخی کرے۔ تو اس کے منہ میں کتے کو پیشاب کرنا چاہیے۔ اور جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل اور دماغ کی شان میں گستاخی کرے اس کے منہ میں خنزیر کو پیشاب کرنا چاہیے۔

جناب عثمان نے قرآن جلائے تھے۔ بخاری شریف باب جمع القرآن ملاحظہ ہو پس اسی بے ادبی کی وجہ سے عثمان صاحب جب اصحاب نبی کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ تو تاریخ اعثم کوفی ذکر وفات عثمان میں لکھا ہے۔ کہ کتے اس کی ٹانگ لے گئے ٹانگوں کا جرم یہی تھا کہ میدان جنگ میں رسول کو چھوڑ کر بھاگ جاتی تھیں۔ اور جن کتوں نے ٹانگ اٹھائی تھی انہوں نے عثمان صاحب کی اور بھی بہت کچھ خاطر کی تھی۔ جس کے بیان سے آدمی کو شرم آتی ہے۔

نیز الامامۃ والسیاستہ میں یہ لکھا ہے۔ کہ بی بی عائشہ جب مقام حواب پر پہنچی تھیں۔

marfat.com

تو چونکہ امام حق سے لڑنے کے لیے جارہی تھیں۔ پس حواب کے کتوں نے اس کے اونٹ کو گھیر لیا۔ ساتھیوں کی وجہ سے بچ بچاؤ ہوگیا۔ ورنہ خیر نہیں تھی......

تونسوی اور ملک نے جس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ وہ ابوالبصیر المکفوف ہے۔ اور شعیب عقرقوتی اس سے روایت کرتا ہے۔ اور یہ ابوالبصیر شیعوں کے نزدیک قابل اعتماد نہیں ہے۔ اور جو معتبر ہے۔ وہ ابوالبصیر لیث بن بختری ہے۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۳۸، ۴۰)

جواب:

پوری کتاب میں جھوٹ کے پلندوں میں ایک سچ نجفی کی زبان سے بھی نکلا۔ وہ بھی آدھا۔ یعنی سچ یہ کہ "اگر کوئی امام کی شان میں گستاخی کرے تو اس کے منہ میں کتے کو پیشاب کرنا چاہیئے" لیکن آدھا اس لیے کہ "ابوالبصیر" کی صفائی میں کتے کا پیشاب اس ابوالبصیر کے منہ میں کروادیا جس سے امام کی شان میں گستاخی نہ ہوئی۔ یہ جھوٹ ذرا بعد سطور آگے آپ خود معلوم کریں گے۔ نجفی کے بقول ابوالبصیر کنیت کے دو آدمی ہوئے ہیں ایک المکفوف دوسرا المرادی۔ امام کی شان میں گستاخی کا واقعہ بہرحال ہوا۔ اور اس گستاخ کے منہ میں کتے نے پیشاب بھی کیا۔ یہ حقیقت نجفی کو بھی تسلیم ہے۔ لیکن اس حقیقت کے ضمن میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں تاریخ اعثم کوفی کے حوالہ سے جو بکواس کی گئی۔ وہ حجت نہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے۔ کہ تاریخ مذکور میں صرف اتنے الفاظ مرقوم ہیں "سگاں یک پائش را ربودہ بودند" (ص ۲۴۲ جلد ۲) یعنی عثمان غنی کے پاؤں کو کتے لے گئے۔ لیکن اس کے بعد "کتوں نے اور بھی بہت کچھ خاطر کی تھی الخ" یہ سب نجفی کے خبیث ذہن کی پیداوار ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس تاریخ کا مصنف بھی تو نجفی کا پچھلا بزرگ ہے۔ احمد بن اعثم کوفی شیعہ تھا تو کیا کسی شیعہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تعریف لکھنے کی توقع کی جاسکتی

marfat.com

ہے۔؟ اس قسم کی گستاخی لکھنا اس کے مذہب کی بنیادوں میں سے ہے۔ بھیڑیے سے چوکیداری اور وہ بھی بھیڑوں کی اس کی توقع فضول ہے۔ اس قسم کے حوالہ جات سے اسی قماش کے ہم خیال تو خوش ہو سکتے ہیں۔ لیکن اہل سنت کے لیے اس کا قول کوئی کام نہیں دے سکتا۔

یہ تو تھا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے واقعہ کا پس منظر اور اس کی حقیقت۔ اسی سانس میں نجفی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کو مقام حواب میں کتوں کے گھیر لینے کا جو ذکر کیا ہے۔ یہ واقعہ الامامۃ والسیاسۃ میں منقول ہے۔ اس کتاب کا مصنف ابن قتیبہ کون اور کیسا ہے؟ حوالہ ملاحظہ ہو۔

لِسَانُ الْمِیْزَان:

اِنَّ الدَّارَقُطْنِی قَالَ کَانَ ابْنُ قُتَیْبَۃَ یَمِیْلُ اِلَی التَّشْبِیْہِ وَ قَالَ الْبَیْہَقِیُّ یَرٰی رَأْیَ الْکَرَامِیَۃِ ..... وَ ذَکَرَ الْمَسْعُوْدِیُّ فِی الْمُرُوْجِ اَنَّ ابْنَ قُتَیْبَۃَ اِسْتَمَدَّ فِیْ کُتُبِہٖ مِنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ الدِّیْنَوَرِیِّ وَ سَمِعْتُ شَیْخِی الْعِرَاقِیْ یَقُوْلُ کَانَ ابْنُ قُتَیْبَۃَ کَثِیْرَ الْغَلَطِ۔

(لسان المیزان جلد سوم ص ۳۵۸ حرف العین
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

دارقطنی نے کہا کہ ابن قتیبہ فرقہ مشبہہ کی طرف مائل تھا۔ اور بیہقی نے فرقہ کرامیہ سے متعلق بتایا۔ اور المسعودی نے مروج نے کہا۔ کہ ابن قتیبہ نے اپنی کتابوں میں ابو حنیفہ دینوری کی باتیں درج کیں۔

marfat.com

(اور دینوری پکا شیعہ ہے) صاحب لسان المیزان کہتے ہیں۔ کہ میں نے اپنے عراقی استاد سے سنا۔ فرماتے تھے۔ کہ ابن قتیبہ کثیر الغلط تھا۔

میزان الاعتدال:

وَقَالَ الحَاکِمُ اَجْمَعَتْ اُمَّۃُ عَلٰی اَنَّ الْقُتَیْبِیَ کَذَّابٌ۔

(میزان الاعتدال جلد دوم ص ۷۷)

ترجمہ:

امام حاکم کا کہنا ہے۔ کہ ابن قتیبہ کے کذاب ہونے پر امت کا اجماع ہے یہ تھا حال ان دو باتوں کا جو نجفی نے اصل مسئلہ کے ضمن میں اپنے بغض و حسد کے اظہار کے طور پر لکھی تھیں۔ کسی نے سچ ہی کہا ہے۔

اذا یئس الانسان طال لسانہ

کسنور مغلوب یصول علی الکلب

جب آدمی بے بس اور ناامید ہو جاتا ہے۔ تو اس کی زبان لمبی ہو جاتی ہے یعنی وہ بکنے لگتا ہے۔ جس طرح بلی جب کتے کے سامنے اپنے آپ کو بے بس اور مغلوب دیکھتی ہے۔ تو وہ کتے پر حملہ کر دیتی ہے۔

اب آیئے ذرا اصل مسئلہ کی طرف۔ یعنی جس کے منہ میں کتے نے بول کیا۔ وہ ابو بصیر کون تھا؟ اس سلسلہ میں ابو بصیر نامی دو شخص سامنے آتے ہیں۔ ایک المکفوف اور دوسرا المرادی۔ نجفی نے یہ واقعہ ابو بصیر المکفوف کے سر تھوپا۔ اور اپنے چہیتے۔ ابو بصیر لیث بن بختری المرادی کو بری الذمہ کر دیا۔ بری الذمہ ابو بصیر کو معتبر اور المکفوف کو غیر معتبر قرار دیا ہے۔ اہل تشیع کی کتابوں سے دونوں کا تذکرہ اور واقعہ مذکورہ پیش کیا جاتا ہے۔

marfat.com

رجال کشی:

عَنْ حَمَّادِ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ خَرَجْتُ اَنَا وَ ابْنُ اَبِیْ یَعْفُوْرَ وَ آخَرُ اِلَی الْحِیْرَۃِ اَوْ اِلٰی بَعْضِ الْمَوَاضِعِ فَتَذَاکَرْنَا الدُّنْیَا فَقَالَ اَبُوْ بَصِیْرٍ الْمُرَادِیُّ اَمَا اِنَّ صَاحِبَکُمْ لَوْ ظَفَرَ بِھَا لَاسْتَاثَرَ بِھَا قَالَ فَاَغْفٰی فَجَآءَ کَلْبٌ یُرِیْدُ اَنْ یَشْغَرَ عَلَیْہِ فَذَھَبْتُ لِاَطْرُدَہٗ فَقَالَ لِیْ ابْنُ اَبِیْ یَعْفُوْرٍ دَعْہُ فَجَاءَہٗ حَتّٰی شَغَرَ فِیْ اُذُنِہٖ۔

(رجال کشی ذکر ابو بصیر لیث بن البختری المرادی ص ۱۵۴ مطبوعہ کربلا)

ترجمہ:

حماد بن عثمان کہتا ہے۔ کہ میں ابن ابی یعفور اور ایک دوسرا آدمی حیرۃ یا کسی اور مقام کی طرف نکلے۔ ہم دنیا کا تذکرہ کر رہے تھے۔ ابو بصیر المرادی نے کہا۔ اگر تمہارا صاحب (امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ) دنیا کے بارے میں کامیاب ہو گیا۔ تو اسے خوب اکٹھا کرے گا۔ یہ کہہ کر کچھ دیر بعد ابو بصیر مرادی کو نیند آگئی۔ ایک کتا آیا۔ اور وہ اس پر پیشاب کرنا چاہتا تھا یہ دیکھ کر میں (حماد بن عثمان) اٹھا۔ تاکہ اس کتے کو بھگا دوں۔ مجھے ابن ابی یعفور نے کہا۔ چھوڑ دو۔ بیٹھ جاؤ۔ (میں بیٹھ گیا) کتا آیا۔ اور اس نے ابو بصیر کے کان میں پیشاب کر دیا۔

صاحب رجال کشی نے ابو بصیر کی تعریف میں یہاں تک لکھا۔ کہ اس پر نبوت کے

marfat.com

آثار موجود تھے۔ اور پھر اس کی تعریف کی۔ اور لکھا کہ آثار نبوت والا ابوالبصیر وہ لیث بن بختری المرادی، ہے۔ اب جس ابوبصیر کو نجفی نے بچایا تھا۔ اور اپنا معتبر کہا تھا۔ وہ کون تھا۔ وہ بھی یہی ابوالبصیر ہے۔ یعنی ابوالبصیر لیث بن بختری۔ اور اسی کی رجال کشی میں "المرادی" لسبت بیان ہوئی۔ اور یہی ہے وہ سور ما کہ جس کے کان میں کتے نے پیشاب کیا۔ دو ابوالبصیروں میں سے جس پر کتے نے پیشاب کیا۔ وہ کھل کر سامنے آگیا۔ اب دوسرے ابوالبصیر کا حال سنیئے۔

رجال کشی:

محمد ابن مسعود قَالَ سَأَلْتُ علی ابن الحسن بن فضال عن ابی بصیر فَقَالَ كَانَ اسمه يحيىٰ بن ابی القاسم فقال ابو بصير كَانَ يُكْنٰى اَبَا مُحَمَّدٍ وَ كَانَ مَوْلٰى لِبَنِيْ اَسَدٍ وَ كَانَ مَكْفُوْفًا سَأَلْتُهُ هَلْ يُتَّهَمُ بِالْغُلُوِّ فَقَالَ اَمَّا الْغُلُوُّ فَلَا لَمْ يُتَّهَمْ وَ لٰكِنْ كَانَ مُخَلِّطًا۔

(رجال کشی ذکر ابو بصیر لیث بن البختری المرادی ص ۱۵۴ مطبوعہ کربلا طبع جدید۔)

ترجمہ:

محمد ابن مسعود کہتا ہے۔ کہ میں نے علی بن حسن بن فضال سے ابوالبصیر کے بارے میں پوچھا۔ تو کہنے لگے۔ کہ اس کا نام یحییٰ بن ابی القاسم تھا۔ پھر کہا۔ کہ ابوالبصیر کی کنیت "ابو محمد" تھی۔ اور بنی اسد کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اور آنکھوں سے نابینا تھا۔ میں نے پھر پوچھا۔ کیا اس پر غلو کی تہمت ہے۔؟ جواب دیا۔ غلو کی تہمت تو نہ تھی۔ لیکن باتیں ادھر ادھر کی جوڑ دیا کرتا تھا۔

marfat.com

ابوبصیر نامی دوسرا شخص جو سامنے آیا۔ وہ یحییٰ بن ابی القاسم ہے۔ اور آزاد شدہ غلام تھا۔ صاحب رجال کشی نے ان دونوں کا تذکرہ کرتے وقت کتے کے پیشاب کرنے کا واقعہ ابوبصیر لیث بن بختری المرادی کے ساتھ ذکر کیا۔ اور ابوبصیر یحییٰ بن ابی القاسم المکفوف کا صرف تعارف کرایا۔ یہ واقعہ اس کے ساتھ نقل نہ کیا۔ اس کی وجہ بھی صاف ظاہر ہے۔ کہ کتے نے ایک ہی پر پیشاب کیا تھا۔ وہ یا تو المرادی ہو گا۔ یا المکفوف۔ اور یہ احتمال ہو ہی نہیں سکتا۔ کہ یہ دونوں ایک ہی شخصیت ہوں کیونکہ ایک ابوبصیر کا نام لیث اور اس کے والد کا نام بختری اور مراد کی طرف نسبت رکھنے والا ہے۔ دوسرے کا نام یحییٰ اور باپ کا نام ابوالقاسم ہے۔ اور یہ نابینا ہوتے ہوئے آزاد شدہ غلام بھی ہے۔ یعنی معالمرادی،، ابوبصیر اور ہے۔ اور وہ المکفوف" اور ہے۔ اور ان دونوں میں سے "المرادی،، کے کان میں کتے نے پیشاب کیا ہے المکفوف اس سے بری ہے۔ اور المرادی صاحب وہی ہیں جنہیں نجفی نے بھی اپنا معتبر کہا تھا۔ اور انہی کے کان شریف کا سپرے کتے نے کیا۔ اور یہی ہیں اٹھاران کی نبوت والے۔ اور یہی ہیں سا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرنے والے! ابوبصیر یحییٰ بن ابی القاسم المکفوف نے نہ تو امام کی شان میں گستاخی کی۔ اور نہ ہی کتے نے اس کا سپرے کیا۔ یہ اگرچہ نجفی اینڈ کمپنی کے نزدیک، معتبر نہیں لیکن کتے کے پیشاب سے بہرحال بچا ہوا ہے۔ اگرچہ نجفی نے اس کے پیشاب ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن وہ رائگاں گئی۔

چیلنج

ہم نجفی اینڈ کمپنی کو چیلنج کرتے ہیں۔ کہ ان کی جس حدیث میں کتے کے پیشاب

کرنے کا ذکر ہے۔ وہاں مذکورا ابوبصیر کے ساتھ "مکفوف" کا لفظ دکھا دیں۔ یا جس ابوبصیر کے ساتھ مکفوف لکھا ہوا ہے۔ اس پر کتے کا پیشاب کرنا کسی روایت سے دکھا دکھا دیں۔ تو بیس ہزار روپیہ نقد انعام ملے گا۔ " ابوبصیر کی صفائی" دیکھا کیسے ہوئی۔

بحث دوم

ابوبصیر کی "صفائی" کی صحیح صفائی کے بعد دوسری بحث پر گفتگو کرتے ہیں یعنی " زرارہ کی صفائی" اس بارے میں نجفی نے جو صفائی پیش کی ہے۔ اسے من وعن ملاحظہ کیجئے۔

زرارہ کی صفائی

حقیقت فقہ حنفیہ:

أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِينَ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ فَأَرَدْتُ أَنْ أَعِيبَهَا وَكَانَ وَرَاءَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا۔

ترجمہ:

جناب خضر نے فرمایا۔ کہ کشتی غریب لوگوں کی تھی۔ جو دریا میں کام کرتے تھے۔ میں نے اس کو اس لیے عیب دار کیا۔ کہ جو کشتی صحیح حالت میں ہوتی تھی۔ ایک بادشاہ اس کو چھین لیتا تھا۔

نوٹ:

معلوم ہوا کہ کسی شئے کی حفاظت کی خاطر اس کو عیب دار کیا جا سکتا ہے۔ جیسا حضرت

marfat.com

خضر نبی علیہ السلام نے ان غریبوں کی کشتی کو عیب دار کیا تھا۔ تاکہ وہ ظالم بادشاہ نہ چھینے اسی طرح زرارہ آل نبی علیہ السلام سے بہت عقیدت رکھتا تھا۔ اور حکام وقت کی نگاہوں میں کھٹکتا تھا۔ اور زرارہ کو سخت خطرہ تھا۔ کہ کہیں ظالم بادشاہ اس کو قتل نہ کردے۔ پس امام نے زرارہ کی مذمت فرمائی۔ اور اس کی شخصیت کو دوسروں کی نگاہوں میں عیب دار کردیا۔

نیز سورۂ یوسف میں ہے۔ جناب یوسف نے اپنے بھائی کی حفاظت کی خاطر اس پر چوری کا الزام لگایا تھا۔ تاکہ اس جرم کے الزام کے سبب اسے مصر میں رہنا پڑے۔

نیز بخاری شریف کتاب بدالخلق جلد چہارم میں لکھا ہے۔ کہ ابراہیم نبی نے تین باتیں خلاف واقعہ فرمائی ہیں۔ اور ان میں ایک یہ ہے۔ کہ اپنی بیوی کو بہن کہا تھا اور غرض یہ تھی۔ کہ اپنی بیوی کی عزت اس ظالم سے محفوظ رہ جائے معلوم ہوا۔ کہ حفاظت جان و ناموس کی خاطر خلاف واقعہ بیان دیا جا سکتا ہے۔ پس زرارہ کی حفاظتِ جان کی خاطر امام نے خلاف واقعہ بیان دیا۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۴)

جواب اوّل:

"زرارہ" کی صفائی کرنے کے لیے نجفی نے جن تین باتوں کا سہارا لیا ہے۔ اُن کا اس کی "صفائی" سے کوئی تعلق نہیں۔ ان تینوں باتوں کا مختصر سا بیان یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے غریبوں کی سالم کشتی کو بحکم الٰہی توڑ دیا۔ تاکہ ظالم بادشاہ کی دستبرد سے کشتی محفوظ رہ سکے۔ حضرت خضر نے اس میں کون سی بات خلاف واقعہ کہی۔ تاکہ اس کو زرارہ پر کی گئی امام کی لعنت پر قیاس کیا جائے۔

دوسرا واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کے مطابق فرمایا۔ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ۔ ہم نے یوسف کو یہ تدبیر سکھائی

حضرت یوسف نے اللہ تعالیٰ کے سکھانے پر ایسا کیا۔ اس میں بھی کون سی بات خلافِ واقعہ ہے۔ اور پھر یہ صفائی پیش کرنا کہ زرارہ کو خطرہ تھا۔ کہ محبت آلِ رسول کی وجہ سے ظالم حکمران اُسے قتل نہ کردے۔ لہٰذا اس کی جان بچانے کے لیے امام نے لعنتوں کا تحفہ اس کی طرف بھیجا۔ کیا حضرت یوسف کو خطرہ تھا۔ کہ کہیں بنیامین کو قتل نہ کر دیا جائے۔ یا یہ صحیح سالم واپس اپنے گھر چلے گئے۔ اس لیے جھوٹ بول کر انہیں اپنے پاس رکھ لیا جائے۔ پھر اگر یہ خطرہ نہ تھا۔ تو اس واقعہ کا زرارہ پر لعنت بھیجنے کے خطرہ سے کیا تعلق؟

تیسرا واقعہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی سارہ کو بہن کہا۔ اور ظالم بادشاہ سے ان کی عصمت بچانے کی خاطر ایسے کیا۔ تو نجفی صاحب! اس میں آپ کو کونسا امر خلاف واقعہ نظر آیا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا بقول قرآن کریم "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ" حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دینی بہن بنتی ہیں۔ آپ نے اس طرح سے کوئی بات بھی خلاف واقعہ نہیں فرمائی۔ اس لیے ان تینوں باتوں کا زرارہ کے واقعہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان تین باتوں کا مختصر تذکرہ کرنے کے بعد اصل بات کی طرف ہم لوٹتے ہیں یعنی زرارہ پر امام کی لعنت کا واقعہ کیا ہے؟ ان کی کتاب سے سنیئے۔

رجال کشی:

عن زیاد بن ابی الحلال قال قلت لابی عبد اللہ اَنَّ زُرَارَۃَ رَوٰی عَنْكَ فِی الْاِسْتِطَاعَۃِ شَیْئًا فَقَبِلْنَا مِنْہُ وَصَدَّقْنَا وَقَدْ اَحْبَبْتُ اَنْ اَعْرِضَہٗ عَلَیْكَ فَقَالَ ھَاتِہٖ فَقُلْتُ یَزْعَمُ اَنَّہٗ سَأَلَكَ عَنْ قَوْلِ اللہِ عَزَّ وَجَلَّ وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا۔ فَقُلْتَ مَنْ مَلَكَ زَادًا وَرَاحِلَۃً فَقَالَ

لكَ كلّ من ملكَ زاداً وراحلةً فهوَ مستطيعٌ للحجِّ
وإن لم يحجّ فقلتُ نعم فقالَ ليسَ هكذا سألني
ولا هكذا قلتُ كذبَ عليّ واللهِ كذبَ عليّ واللهِ
لعنَ اللهُ زرارةَ لعنَ اللهُ زرارةَ لعنَ اللهُ زرارةَ إنّما
قالَ لي من كانَ لهُ زادٌ وراحلةٌ فهوَ مستطيعٌ للحجِّ
قلتُ قد وجبَ عليهِ قالَ فمستطيعٌ هوَ فقلتُ
لا حتّى يؤذنَ لهُ قلتُ فأخبرُ زرارةَ بذلكَ
قالَ نعم قالَ زيادٌ فقدمتُ الكوفةَ فلقيتُ
زرارةَ فأخبرتهُ بما قالَ أبو عبدِ اللهِ وسكتُّ
عن لعنهِ قالَ أما إنّهُ قد أعطاني الاستطاعةَ
من حيثُ لا يعلمُ وصاحبكم هذا ليسَ لهُ
بصرٌ بكلامِ الرّجالِ۔

(رجال کشی ذکر زرارۃ بن اعین ص ۱۳۲
مطبوعہ کربلا طبع جدید)

ترجمہ:

زیاد بن ابی الحلال کا کہنا ہے۔ کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ حضور! زرارہ آپ سے حج کی استطاعت کے بارے میں کچھ باتیں نقل کرتا ہے۔ ہم نے انہیں قبول کر لیا ہے۔ اور ان کی تصدیق بھی کر دی۔ (کیونکہ وہ آپ کی طرف سے بیان کرتا ہے) اب میں چاہتا ہوں۔ کہ ان باتوں کو آپ کے سامنے رکھوں امام نے فرمایا۔ کہو وہ کیا باتیں ہیں۔ میں نے کہا۔ کہ زرارۃ آپ کی طرف سے

marfat.com

لوگوں کو یہ کہتا پھرتا ہے۔ کہ جو شخص زادو راحلہ کی طاقت رکھتا ہو۔ وہ حج کی استطاعت والا ہے۔ اگرچہ اس نے یہ بات   آپ سے وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا۔ آیت کی تشریح و تفسیر میں پوچھی۔ آپ نے اس کی تصدیق کر دی۔ یہ بات سن کر امام جعفر بولے۔ نہ اس نے ایسا مجھ سے کوئی سوال کیا۔ اور نہ ہی میں نے ایسا کوئی جواب دیا۔ خدا کی قسم! اس نے مجھ پر بہتان باندھا ہے۔ خدا کی قسم! وہ جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی زرارہ پر پھٹکار۔ اللہ تعالیٰ کی زرارہ پر لعنت۔ اللہ تعالیٰ کی زرارہ پر لعنت۔ اللہ تعالیٰ کی زرارہ پر لعنت اس نے مجھ سے تو یہ سوال پوچھا تھا۔ کہ جس شخص کے پاس زادو راحلہ ہو وہ مستطیع کہلا سکتا ہے۔؟ میں نے جواباً کہا۔ اس پر حج فرض ہے۔ اس نے پھر پوچھا۔ وہ مستطیع کہلا سکتا ہے۔ میں نے کہا۔ وہ مستطیع اس وقت تک نہیں کہلا سکتا۔ جب تک اسے اجازت نہ دی جائے۔

راوی کہتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ حضور! اگر اجازت ہو۔ تو میں یہ سوال وجواب زرارہ کے سامنے جا کر پیش کروں؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں، راوی زیاد کہتا ہے۔ کہ میں پھر کوفہ آیا۔ زرارہ سے ملاقات ہوئی۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے قول کے بارے میں اسے مطلع کیا۔ سب کچھ سن کر زرارہ لعنت والے مسئلہ سے خاموش رہا۔ لیکن استطاعت کے مسئلہ پر کہنے لگا۔ کہ امام موصوف نے ہی استطاعت مجھے عطا کی تھی۔ لیکن انہیں اس کی خبر نہ تھی۔ اور سنو! تمہارے یہ ساتھی (امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ) ایسے ہیں۔ جنہیں لوگوں کے ساتھ گفتگو کرنے کا سلیقہ نہیں ہے۔

رجال کشی:

عن زرارہ قال واللّٰہ لو حدثت بکل ما سمعتہ

marfat.com

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَا تَنْحَتُ ذُکُوْرُ الرِّجَالِ عَلَی الْخَشَبِ۔

(رجال کشی صفحہ نمبر ۱۲۳)

ترجمہ:

زرارہ کہتا ہے۔ خدا کی قسم! اگر وہ تمام باتیں جو میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سن رکھی ہیں۔ تمہیں بتا دوں۔ تو تمہارے آلات تناسل لکڑی کی طرح (ٹکڑے ٹکڑے رہ جائیں۔ اور) سخت ہو جائیں۔

زرارہ پر امام جعفر صادق کی لعنت کی کیا وجہ تھی؟ رجال کشی کے حوالہ سے یہ بات صاف کر دی۔ کہ آپ نے اس پر لعنت اس لیے بھیجی۔ کہ اس نے امام پر جھوٹ گھڑا تھا جس کا امام کو پتہ چل گیا تھا۔ یہ لعنت بادشاہ کے ظلم سے خوف کی وجہ سے نہ تھی۔ سائل بھی شیعہ تھا۔ اور امام صاحب کے اپنے در دولت پر بھی کوئی ایرا غیرا موجود نہ تھا جو مخبر ہوتا۔ پھر زیاد بن ابی الحلال ایسے محب اہل بیت کے سامنے زرارہ پر پھٹکار یہ سب اس بات کے شواہد ہیں۔ کہ وہ امام صاحب کی طرف سے جھوٹی باتیں لوگوں کو سنایا کرتا تھا۔ اور امام صاحب کی شان میں گستاخی کیا کرتا تھا۔ باوجود اس صراحت کے پھر بھی اہل تشیع اس زرارہ ملعون کو اپنے مسلک کا ستون گردانتے ہیں۔ اور نجفی اینڈ کمپنی اس شخص کی طرفداری میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔

جواب دوم:

لعنت کی جو وجہ صاحب رجال کشی نے ذکر کی ہے بالکل واضح ہے۔ اس میں بادشاہ کے ظلم سے بچانے کا کوئی حیلہ بہانہ نظر نہیں آتا۔ اب ہم اسی بہانہ کے سلسلہ میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے زمانہ کے حالات کا ایک مختصر سا خاکہ پیش کرتے ہیں جس سے اس دور کے بادشاہ کا ظلم وغیرہ ایک فریب معلوم ہو گا۔

marfat.com

اصل واصول شیعہ:

عہدِ زریں

صادق آل محمد کا زمانہ نسبتاً کافی موافق تھا۔ کیونکہ اموی اور عباسی طاقتیں تھک چکی تھیں۔ اضمحلال پیدا ہو گیا تھا۔ علانیہ ظلم وستم کے مواقع جاتے رہے تھے۔ بنا برایں دبی ہوئی صداقتیں اور چھپی ہوئی حقیقتیں سورج کی طرح ابھریں۔ اور روشنی کی طرح پھیل گئیں۔ خوف و خطر کے باعث جو لوگ تقیہ میں تھے۔ وہ بھی کھل گئے۔ فضا موافق تھی۔ اور راہیں ہموار۔ امام عالی مقام نے تبلیغ وتلقین میں دن رات ایک کر دیئے۔ ہاں تبلیغ وتلقین کا وہ سلسلہ جس کا تعلق محمد وآل محمد کی تعلیمات سے تھا۔ درس حق عام ہوا۔ اور لوگ جوق در جوق مذہب جعفری قبول کرنے لگے۔ اس عہد کو تشیع کی نشر واشاعت کا زریں دور کہا جاتا ہے۔ قبل ازیں اس کثرت سے اور کھلم کھلا مسلمان شیعیت کی جانب رجوع نہیں ہوتے تھے۔ دریائے فیض جاری تھا تشنگان معرفت خود بھی سیراب ہوتے تھے اور دوسروں کی پیاس بھی بجھاتے تھے۔ بقول ابوالحسن وشا میں نے اپنی آنکھوں سے مسجد کوفہ میں چار ہزار علماء کا مجمع دیکھا ہے۔ اور سب کو یہ کہتے سنا۔ کہ حَدَّثَنِیْ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ۔ یعنی یہ روایت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمائی۔

(اصل واصول شیعہ تالیف حجۃ الاسلام محمد حسین آل کاشف الغطاء مترجم سید ابن حسن نجفی ص ۵۲، ۵۳)

marfat.com

لمحہ فکریہ:

قارئین کرام! اہل بیت کے گستاخ زرارہ پر لعنت کا قصہ آپ نے اس کے پجاریوں کی کتابوں سے ملاحظہ کیا۔ نجفی نے امام کے اس ملعون کو بچانے کے لیے تین عدد واقعات کا سہارا لیا۔ لیکن وہ تارِ عنکبوت ثابت ہوئے۔ امام کی لعنت بھیجنے کی یہ تاویل کی گئی تھی۔ کہ آپ نے ظالم بادشاہ سے اپنے اس محب کو بچانے کے لیے جھوٹ کہا۔ بالکل خلاف واقعہ ہے۔ کیونکہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا دور ایسا تھا۔ جس میں آپ کوفہ کی جامع مسجد میں درس تدریس میں مصروف تھے۔ اور بلا خوف و خطر تبلیغ و تلقین شروع تھی۔ ظالم بادشاہ کے ظلم کا خطرہ سب سے زیادہ تو امام جعفر صادق کو ہونا چاہیئے تھا۔ وہ تو علی الاعلان تبلیغ کر رہے تھے۔ اور نجفی یہ تاثر دے رہا ہے۔ کہ زرارہ تقی بنا ہوا تھا اور امام اس کی جان بچانے کے بہانے تلاش کر رہے تھے۔ ان تمام حالات و واقعات کے پیش نظر ہر ذی عقل یہی سمجھے گا۔ کہ امام کی لعنت "تقیہ" کے طور پر نہ تھی۔ بلکہ زرارہ ان کے بارے میں طرح طرح کی جھوٹی روایات گھڑتا تھا جس پر مطلع ہو کر امام جعفر نے اسے صفِ ابلیس میں شامل کیا۔ یہ تھی سیرت اور عادت ابو بصیر اور زرارہ صاحبان کی کہ جن کے سر پر مذہب شیعہ کھڑا ہے۔ امام ان پر لعنت کریں۔ اور یہ نام نہاد محبان اہل بیت "ایسوں کو اپنے مذہب کا ستون قرار دیں۔ جیسے ستون ویسی عمارت۔ یہی زرارہ ہے۔ جسے بحوالہ رجال کشی امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہود و نصاریٰ سے زیادہ شریر کہا ہے۔ حضرات ائمہ اہل بیت کے نزدیک ان ان کا یہ مقام اور "نام نہاد محبان اہل بیت" کے حروں کے یہ سردار؟ شیعو! سوچو۔ نجفی اینڈ کمپنی کن لوگوں کی صفائی پیش کر رہے ہیں۔ اور کیسے ملعونوں کو اپنا اکابر کہہ رہے ہیں۔ اگر واقعی محبان اہل بیت ہو۔ تو دشمنان اہل بیت کو۔۔

marfat.com

اپنے حلقہ میں سے باہر نکال پھینکو۔ کیونکہ محبت اور گستاخی یک جا جمع نہیں ہو سکتیں :۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

سنّی مآخذ و مراجع

وہ کتب اہل سنت جن سے فقہ جعفریہ جلد چہارم میں استفادہ کیا گیا۔

بخاری شریف	امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی سنہ ۲۵۶ھ	اصح المطابع کراچی
مسلم شریف	مسلم بن حجاج القشیری متوفی سنہ ۲۶۰ھ	〃
ابن ماجہ	ابو عبداللہ محمد بن یزید ماجہ متوفی سنہ ۲۷۳ھ	نور محمد
ادب المفرد	امام محمد بن اسماعیل	بیروت
مسند امام احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبل متوفی سنہ ۸۹ھ	اصح المطابع طبع جدید
طبقات الکبریٰ	امام عبدالوہاب شعرانی متوفی سنہ ۱۹۷۳ء	مصر سنہ ۱۹۲۵ء
البدایہ والنہایہ	امام ابن کثیر عماد الدین متوفی سنہ ۷۷۵ھ	بیروت سنہ ۱۹۶۶ء
طبقات ابن سعد	محمد بن سعد متوفی سنہ ۲۳۰ھ	بیروت
صفۃ الصفوۃ	امام ابو الفرج ابن جوزی متوفی سنہ ۵۹۷ھ	〃 سنہ ۱۴۰۶ھ
تفسیر قرطبی	محمد بن عبداللہ متوفی سنہ ۶۷۱ھ	مصر سنہ ۱۳۷۷ھ
تفسیر اتقان	جلال الدین سیوطی متوفی سنہ ۹۱۱ھ	بیروت سنہ ۱۹۷۹ء
تفسیر درمنثور	〃	〃 طبع جدید
لسان المیزان	علامہ ابن حجر مکی متوفی سنہ ۸۵۲ھ	حیدرآباد سنہ ۱۳۱۹ھ
المعارف لابن قتیبہ	عبد بن مسلم متوفی سنہ ۲۷۶ھ	بیروت طبع جدید

marfat.com

میزان الاعتدال	محمد بن احمد ذہبی سنہ ۷۴۸ھ	بیروت طبع جدید
تاریخ بغداد	احمد بن علی المعروف بخطیب بغدادی متوفی سنہ ۴۶۳ھ	مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ
الکامل فی ضعفاء الرجال	عبداللہ بن عدی متوفی سنہ ۳۶۵ھ	بیروت سنہ ۱۹۷۹ء
المغنی	علامہ محمد بن عثمان ذہبی متوفی سنہ ۷۴۸ھ	دمشق
رد المختار	محمد امین المعروف ابن عابدین	مصر سنہ ۱۲۸۶ھ
فتاویٰ عبدالحی	عبدالحی فرنگی محلی لکھنوی	ایم ایچ سعید کراچی
فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ	مصر طبع جدید
فتاویٰ قاضی خان	جماعت فقہاء احناف	مصطفی البابی مصر
بیہقی شریف	ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی سنہ ۴۸۵ھ	دکن حیدرآباد سنہ ۱۳۵۲ھ
رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ	محمد بن عبدالرحمن دمشقی شافعی	مصر
نیل الاوطار	محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی سنہ ۱۲۵۵ھ	مصر سنہ ۱۳۴۴ھ
کنز العمال	علاء الدین علی متقی بن حسام الدین الهندی متوفی سنہ ۹۷۵ھ	بیروت
تفسیر کبیر	امام فخر الدین الرازی متوفی سنہ ۶۰۶ھ	مصر طبع جدید
ہدایہ مع الدرایہ	برہان الدین علی بن ابی بکر متوفی سنہ ۵۹۳ھ	
نووی شرح مسلم	محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی متوفی سنہ ۶۷۶ھ	اصح المطابع کراچی

marfat.com

شیعہ مآخذ و مراجع

اہل تشیع کی وہ کتب جن سے فقہ جعفریہ جلد چہارم میں استفادہ کیا گیا۔

رجال کشی	محمد بن عمر الکشی (قرن رابع)	کربلا
انوار نعمانیہ	نعمت اللہ جزائری	ایران طبع قدیم
فرق الشیعہ	ابو محمد بن موسیٰ زبختی	نجف طبع جدید
کشف الغمہ	ابو الحسن اسیدار دبیلی متوفی سنہ ۶۸۷ھ	تبریز
ابن ابی حدید شرح نہج البلاغہ	ابو حامد عبد الحمید متوفی سنہ ۶۵۶ھ	بیروت جدید
مجالس المؤمنین	نور اللہ شوستری متوفی سنہ ۱۰۹۹ھ	تہران قدیم
جامع الاخبار	ابو جعفر الصدوق بن متوفی سنہ ۳۸۱ھ	نجف
من لایحضرہ الفقیہ	" " "	تہران جدید
المبسوط	حسن بن علی الطوسی متوفی سنہ ۴۶۰ھ	" ۱۳۹۸ھ
فروع کافی	محمد بن یعقوب کلینی متوفی سنہ ۳۲۹ھ	تہران جدید
تفسیر لوامع التنزیل	سید علی حائری لاہوری	طبع قدیم لاہور
مجمع البیان	ابو علی فضل بن حسن طبرسی متوفی سنہ ۵۴۸ھ	تہران طبع جدید
الامام الصادق	اسد حیدر شیعی	طبع بیروت
مناقب آلِ ابی طالب	محمد بن علی بن شہر آشوب	قم جدید
اصول کافی	محمد بن یعقوب کلینی سنہ ۳۲۹ھ	تہران جدید
منتہی الآمال	شیخ عباس قمی متوفی سنہ ۱۳۵۹ھ	

marfat.com

تفسیر امام حسن عسکری	امام حسن عسکری متوفی سنہ ۲۵۴ھ	
ناسخ التواریخ	مرزا محمد تقی لسان الملک متوفی سنہ ۱۲۹۷ھ	تہران جدید
نہج البلاغہ	سید شریف رضی متوفی سنہ ۴۰۴ھ	بیروت جدید
احقاق الحق	قاضی نور اللہ شوستری سنہ ۱۰۰۹ھ	
احتجاج طبرسی	شیخ ابو منصور احمد بن علی طبرسی متوفی سنہ ۶۲۸ھ	نجف قدیم سنہ ۱۲۸۶ھ
الکنیٰ والالقاب	شیخ عباس قمی سنہ ۱۳۵۹ھ	تہران سنہ ۱۳۹۷ھ
اعیان الشیعہ	السید محسن الامین	بیروت سنہ ۱۳۹۷ھ
روضۃ الکافی	محمد بن یعقوب کلینی سنہ ۳۲۹ھ	تہران جدید
ارشاد شیخ مفید	محمد بن محمد بن نعمان متوفی سنہ ۴۱۳ھ	قم
چہاردہ معصوم	عمار زادہ	تہران سنہ ۱۳۸۰ھ
حلیۃ المتقین	ملا باقر مجلسی متوفی سنہ ۱۱۱۱ھ	تہران جدید
ذبح عظیم	سید اولاد حیدر معروف بہ فوق بہادر	لاہور کتب خانہ اثنا عشری
تحفۃ العوام	سید ابو الحسن موسوی	لکھنو جدید
منہج الصادقین	ملا فتح اللہ کاشانی متوفی سنہ ۹۸۸ھ	تہران جدید
الروضۃ البہیہ فی شرح اللمعۃ الدمشقیہ	زین الدین عاملی الشہید الثانی متوفی سنہ ۹۶۵ھ	تہران سنہ ۱۲۹۶ھ
وسائل الشیعہ	محمد بن حسن الحر العاملی متوفی سنہ ۱۱۰۴ھ	تہران سنہ ۱۲۹۶ھ
توضیح المسائل	روح اللہ موسوی خمینی متوفی سنہ ۱۴۱۰ھ	تہران جدید
تہذیب المتین	سید ظفر حسین سہارنپوری	دہلی سنہ ۱۳۲۹ھ
اصل واصول الشیعہ	محمد حسین آل کاشف الغطاء متوفی سنہ ۱۳۷۳ھ	قاہرہ سنہ ۱۳۷۷ھ
تہذیب الاحکام	ابو جعفر محمد بن حسن طوسی سنہ ۴۶۰ھ	

marfat.com

تفسیر قمی	علی بن ابراہیم قمی متوفی سنہ ۳۰۷ھ	ایران قدیم
نیرنگ فصاحت	سید ذاکر حسین اختر	یوسفی دہلی قدیم
جلاء العیون	ملا باقر مجلسی متوفی سنہ ۱۱۱۱ھ	تہران سنہ ۱۳۹۸ھ
عین الحیاۃ		تہران طبع جدید
مصائب النواصب	نور اللہ شوستری متوفی سنہ ۱۰۹۹ھ	تہران قدیم
ذخیرۃ المعاد	شیخ زین العابدین	لکھنو
تنقیح المقال	عبداللہ مامقانی سنہ ۱۳۰۰ھ	تہران جدید

قارئین کرام سے التجا ہے کہ اس کتاب کے استفادہ کے بعد مصنف کے لیے دعاء مغفرت کریں۔

marfat.com